

U34561

Title - ARMUQHADAN FIRANG

creator - Sayyed Mabd. Zamin Kautesi

Publisher - Matbs Siemsi (Hyderabad).

Date - N.A.

Pages - 104

Subjects - Tajikis Shois Anglistan ; Anglistan -
Tajikis Shois

امغان جنگ

یعنی



تذکرہ شعرا انگلستان جبرین چیدہ چیدہ انگریزی
 نظموں کے ترجمہ اور ان کے مصنفین کے مختصر
 حالات درج ہیں اور آخر میں مولف کی بھی چند نظمیں شریک
 کر دی گئی ہیں
 مولفہ

جناب مولوی سید محمد ضامن صاحب کشتوری

مطبع رشیدیہ لاہور
 برائے مولانا محمد حسین صاحب

امغان منگ

یعنی

تذکرہ شعرا انگلستان جس میں چیدہ چیدہ انگریزی
نظموں کے ترجمے اور ادنیٰ مکتبہ مصنفین کے مختصر
حالات درج ہیں اور آخر میں مولف کی بھی چند نظمیں شریک

کردی گئی ہیں

مولفہ

جناب مولوی سید محمد ضامن صاحب کنٹوری +

مطبعہ محمد آقا بٹالہا خانہ کتبہ و مطبعہ
درج قیون بمبئی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	پوپ (الکزنڈر)	۱	آرل آف اسفورڈ
۲	قسمت	۲	لٹا
۳	گولڈ اسمتھ (الکزنڈر)	۳	بروننگ (سنر الزبتھ بریٹن)
۵	رامپ	۵	گل بلے موسم
۱۰	لٹن (ایڈورڈ جارج ارل)	۱۰	عشق و حسرت
۱۲	زندہ ولی	۱۲	کوپر (ولیم)
۱۳	انٹ گومری (جیمس)	۱۳	حرکت مین برکت
۱۴	آدمی	۱۴	فاختہ
۱۵	بڈ (تھامس)	۱۵	ورڈ سورتھ (ولیم)
۱۶	خواب پریشان	۱۶	پچھنے کی یاد
۱۷	لائگ فلو (ہنری وڈ سورتھ)	۱۷	کالینج (سیمول ٹیلر)
۱۸	دل بیکار	۱۸	جوانی اور پیری
۱۹	نسیم سحر	۱۹	پارنل - رتھامس
۲۰	وہوپ اور چاندنی	۲۰	اسرار حقیقت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۰	مسترت	۶۰	شلی (پرپی بیش)
۹۳	بارانِ جنت	۶۲	وقت
۹۶	راست بازی	۶۳	ابر
۹۸	نیکی	۶۷	سیرن (لارڈ جارج گارڈن)
"	عہدہ ہونی اور گناہ میں فرق	۶۸	دل اندوہ انگین
۹۹	مذہب کی پابندی کو اتفاق میں کیا	۶۹	اسکاٹ (سروالٹر)
۹۹	عصمت بی بی از بیچادری	۷۰	بچہ کی پیدائش کا گیت
"	نیکنامی	۷۱	روح کی رخصت کا گیت
"	سخت کلامی	"	شکسپیر (ولیم)
۱۰۰	اشرف المخلوقات	۷۳	نغمہ کی تاثیر
"	تہذیب اخلاق	۷۵	ظاہر داری
"	ایک گہری سہری کی بی حکایت	۷۷	زندگی کا ٹیٹر
۱۰۱	وقت	۷۹	مسلا سے عام
"	زمانہ کی رفتار	۸۱	گلاب کا پھول
۱۰۲	مناعت	۸۵	باغِ ارزو
"	زندہ دلی	۸۷	انگلینڈ کی کوشش میں تعلیم صفت
			و حروف تہجی نظم یکچہ

دیسباچہ

ترسم کہ اشک و غم ما پر وہ در شود

وین راز سحر بہ عالم سحر شود

معزز ناظرین۔ یہ مختصر مجموعہ جو نہایت ادب کے ساتھ بآسید قبولیت

آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اردو میں اپنے رنگ کی پہلی تصنیف ہے۔

اس کے دو حصہ ہیں۔ پہلے حصہ میں انگریزی نظموں کے ترجمے اور انگری

مصنفین کے مختصر حالات درج ہیں اور دوسرے میں چند نظمیں ہماری اپنی

ہدیان سرا کے کا نتیجہ ہیں۔

دوسرے حصہ کی نسبت تو ہر قسم کی قدر کہنے کی جرات ہو سکتی ہے کہ

۵۔ اگر قبول افتد رہے عز و شرف۔ البتہ ترجموں کے متعلق چند ضروری

باتیں عرض کرنے کے لئے کسی قدر آپکا وقت عزیز عنایع کیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جہاں انگریزی تعلیم کے بدولت اور اور برکتیں حاصل ہو رہی ہیں
 وہاں شاعری کی کیا تہ کیا تہا جو محروم رہتے اخرا سپہ بھی نظریں پڑنے لگیں اور
 تصرفات ہونے لگے (جانبی اور سبجا بھی)۔ ایشیائی شاعری کے
 قطعاً مردود اور مغربی طرز کلام کے محمود ہونے کا اعتقاد روز بروز بڑھتا
 چلا۔ ابھی خواہ برسی موزون خواہ ناموزون جدید رنگ کی نظمیں اخبارات میں
 نظر آنے لگیں اور نئی روشنی کے نوجوان آنکھیں بند کر کے داد دینے
 کو تیار ہو گئے بہر کیف نظم اردو کی دنیا میں نیا انقلاب برپا ہوئی
 اسید قائم ہو چلی یہ رنگ و سلیکے جسے بھی چاہا کہ غزل گوئی کو چھوڑ کر اسی
 میدان میں پانچ پانچ ماریں۔ مگر کیا؟ جب ذرا بھی آگے قدم بڑھانے
 کی کوشش کی وہی عاشقانہ رنگ کا پر مفضا باغ فریب نیز رنگ
 کی طرح آنکھوں کے سامنے لہلہانے لگا۔ واقعی پاسے خیال اس
 ٹھنڈی سڑک پر چلنے کے اس درجہ عادی ہو گئے تھے کہ ہر نیا
 راستہ گودہ کیا ہی سہا کیون نہو اون کے حق میں بغیر کسی رہنما

کے بول بہلیان سے کم نہ تھا۔ مگر رہنا بناتے بھی تو کس کو بنا تے۔ اگر
 تو ہی شاعری نہ نظر ہوتی تو مولانا حالی کی تقلید کجیاتی یا یون کہیے کہ اوکا منہ
 چڑا یا جاتا۔ مگر اس سے تو ہر کسے راہر کارے ساختہ۔ کا خیال
 مانع ہوا۔ لامحالہ جس دشت کی سیاحی منظور تھی اوسی دشت کے وحشیوں
 کے قدم ہو قدم چلنے کی بٹہری یعنی یہ خیال ہوا کہ یورپ کے شاہدان معنی
 کا نظارہ ہندی الفاظ کا لباس پہنا کے کرنا چاہیے چنانچہ مختلف شعرائے
 انگلستان کی چیدہ چیدہ نظمیں جو کسی قدر ہمارے مذاق سے بھی ملتی تھیں
 معلوم ہوئیں فراہم کر کے اونکو ترجمہ کی کوشش کی گئی۔ اگرچہ ترجمہ کہ
 ان اوبلیجنگ ٹیک (وہ کام جس میں کسی کی خوشنودی متصور نہ ہو) کہا گیا
 ہے لیکن چونکہ یہ کام نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا۔ کو ملحوظ
 رکھ کر اختیار کیا گیا تھا جہاں مشاعرے ان حضرات کے لئے
 چند نمونوں کا مہیا کر دیتا تھا جو نئے رنگ میں کچھ کہنا چاہتے ہیں اس لئے
 کوشش یہی رہی کہ جو مضامین انگریزی سے اخذ کئے گئے ہیں ترجمہ

کی حد سے متجاوز نہ ہونے پائین اور تشبیہات و استعارات
 بلکہ حتی الامکان الفاظ بھی وہی لائے جائیں جو شاعر کے اصل کلام
 میں استعمال ہوئے ہیں۔ ہر چند کہ اس احتیاط پر بھی ضرورت شعری
 کے لحاظ سے کہیں کہیں مجبوراً عنان اعتدال ہاتھ سے جاتی رہی ہے
 لیکن جو لوگ اس فن کے جاننے والے اور اس کام کے کرنا والے
 ہیں وہ غالباً اس خطا کی جانب سے چشم پوشی کرنے میں دریغ نہ فرمائینگے
 دوسری خطائے فاش جو اس کام میں سرزد ہوتی ہے وہ اگرچہ مذہب
 شاعری کے لحاظ سے ایسے گناہ کبیرہ کے حد تک پہنچ گئی ہے۔ جو
 کسی طرح قابل معافی سمجھے جانے کے لائق نہیں ہو سکتی لیکن پھر بھی اظہار
 حال کے بغیر کوئی چارہ نہیں یعنی بعض نظمیں اس مجموعی میں ایسی دکھائی
 دیتی جو اصناف عشرہ نظم میں سے کسی صنف میں داخل نہیں ہو سکتیں اور
 نہ ہمارے پاس بجز اسکے کوئی اور جواب ہے کہ چونکہ انگریزی نظم کا نمونہ
 دکھانا منظور تھا اسلئے یہ بدعت جائز رکھی گئی۔ کیونکہ ایشیائی شاعری کے

حسن بیان اور ادبی اظہارِ شمس خوشنمایوں کا اعتراف نہ کرنا گویا آفتاب
 پر خاک ڈالنا ہے۔ تاہم اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو اس ناجائز تصرف
 سے ہمارے اصول مقررہ کی کسی نوع کے نقیص نہیں ہوتی بلکہ طرِ بیان
 میں ایک قسم کے توسیع تصور ہے جسکے رد و قبول کا اختیار قوم کے ہاتھ
 میں ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسطرح دوسرے علوم کی ترقی کیلئے
 ضرور ہے کہ مختلف ممالک مختلف اقوام اور مختلف اشخاص کی راہوں
 اور تجربوں سے استفادہ کیا جائے بقول شاعر

گر سے لگا گری کا یہ لیجے بھیک دوز کر	جس سے ملے جہان ملے جو ملے اور جے ملے
ہو مری اصل کتاب ہو جسے سب سے مستفید	انک ملے یا نہ ملے درس ملو اور سب ملے

اسی طرح ادب میں بھی کامل ترقی کی امید اس وقت ہو سکتی ہے جب اس میں متعدد
 اسباب بیان کی گنجائش اور مختلف اقسام کے نئے نئے پیش نظر ذوقِ یلایک
 خیال متجاویز ظاہر کر دیا گیا در نہ

حافظ و طیفہ تو دعا گفتن است و بس	درین آں مباشر کہ تشنید ما تشنید
----------------------------------	---------------------------------

ابن عربیؒ اپنی اہم پر اگندہ تقریر کو ختم کر کے اصل کتاب کو ایک ایسی
 غزل سے شروع کرتے ہیں جس کا اس کتاب کی مناسبت سے سر نچا
 ہو جسنا بالکل حسن اتفاق پڑی ہے جس انگریزی نظم کا یہ ترجمہ ہے
 وہ اعلیٰ حضرت، قدر قدرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی سالگرہ کی
 مبارک کی تقریب بہریت حیدر آباد گوشتہ محل مس رو مزین بطور نشانی
 کے پڑھی گئی تھی۔

خاکسار
 صناسن کندھری

غزلج اعلاحضرت قدر قدرت بادشاہ اسلام شاہ

ستم دوران۔ افلاطون زمان۔ مظفر الدولہ۔

مظفر المملک۔ نظام الدولہ۔ نظام المملک۔ آصفیاء

ہنر ہائینس۔ نواب میر محبوب علی خان بھسادر۔

فضل الہ شامل حال نظام ہو اور اسکی سلطنت کو خلود و دوام ہو

تدبیر سے ہواوکی ترقی ہر امر میں آباد و شاہد ملک در علایا تمام ہو

نعمت امان و امن ہو ہر ملک توں کو یارب ہمیں نصیب نعمت مدام ہو

یارب سدا محافظ و ہادی رہ انکھانو امور و ترے کرم کا حضور نظام ہو

ہر راہ میں ہو فتح جلد و یز فتح جنگ مصداق شریح آیہ نصرت یہ نام ہو

سلطان سلطنت کا ہر تہنایتین لفظ نیکی و اعتقاد توکل سے کام ہو

یارب ہوا میں وسعت روزی نصیبی اس عہد عدالت میں ہر اک شاد کام ہو

آقا ہمارا جو کہ ہے برطانیہ کا دوست پہولے پہل جہان میں اور نیکنام ہو

یارب رکھ اپنی حص جفا طت میں تو انکو

سبز باغ دہر میں شاہ نظام ہو





اصل نام ایڈورڈ ریڈ تھا ۱۵۳۳ء عیسوی میں پیدا ہوا اور ۱۵۶۲ء عیسوی میں اپنے باپ کا جانشین اور آرل آف آکسفورڈ کے خاندانی خطاب کے جرسات پشتون سے اس کے خاندان میں سلا بعد نسل چلا آتا تھا سر راز سہرا اور ملک اللہ عین ایک سو تیس برس کی عمر طولانی کو پہونچ کر وفات پائی۔

آئیڈلڈ بھیجئے ہی سے طبیعت کا تیز اور دلیر تھا اور اس کے عام چہرہ دی کے خیالات نے اور بھی اوس کو ہر دلعزیز بنا دیا تھا ہر کی شاعرانہ قابلیت کو بھی لوگ وقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اگرچہ اس کا شمار ملکہ الیزبیتہ کے عہد کے اعلیٰ شعرا میں نہ تھا تاہم اس کا کلام دلکش تھا جس نظر کا ترجمہ ہنر کے عنوان سے کیا ہے وہ اس کے تمام کلام میں سب سے زیادہ مشہور اور عمدہ سمجھی جاتی ہے۔



ثمن

یہ اک روز پوچھا تمنا سے بیٹے

لیا تو نے کب اور کیونکر جنم؟

کہا "اُس نے" دھام تھے وہ خوشی کے

"کہ پیدا ہوئے سو سو گل بن ہم"

کہا میں نے "اے دلر باجو رو پیکر"

بتا سچ کہ ہے بطن سے کس کو تو؟

کہا "اُس نے" کہتے ہیں مردم یہ اکثر

تخیل ہے باپ اور ماں جتنو"

جو پوچھا "تو کیا نام واریہ کا تیری؟"

تو سنکر گلی کرنے دیون بیان

تسک کو نبو جس کی صحبت سے سیری

ہے کہتا جوانی جسے سب جان

کہا بیٹے "آخر غذا تیری کیا ہے؟"

کہا "اُس نے" پوچھو نہ کچھ اسکا کھا"

کہا یون بن جوخت دل کے مزاج ہے

سچہ کہنے سے اوگل سمونا محال"

جو پوچھا کہ "پتی ہے تو کو کون سے ہے؟"

تو بولی "عجب ناز سے وہ پری"

لگاتی نہیں منہ سے میں کوئی بھی شے

بجز "اشک عشاق کے دوسری"

کہا میں نے "گہوارہ ہو گا وہ کیا"

کہ پالی گئی حسین طفل میں تو؟

کہا "نا تھا وہ ایسی امیدوں کا جھولا"

کہ "اشک پہونختی نہ دہشت کی بڑ"

کہا بیٹے جب کون دیتا تھا لوری

کہ "سنکر جسے نیند آتی تھی؟"

کہا "بائیں ہندوون کی ٹیٹھی ٹیٹھی"

سناتی تھیں افسانے دگلش مجھے"

جو پوچھا "تھکا تا ہے تیرا کسان پر"

کہا "کس جگہ اور منزل سے کیا؟"

تو بولی زمین پر ہوں نہ آسمان پر"

ہے بس اہل ہمت کا دل گھر مرا"

جو پوچھا کہ "صحبت میں رہتی ہے کس کی؟"

تو بولی "صحبت سے نفرت مجھے"

کہا "پہر ہے شکل اور کیا دل گلی کی؟"

کہا "بس یہ کچھ عزت مجھے"

کہا "دوست رستی ہے تو اپنا کس کو؟"

کنا اوسکو جو میرا دور دستہ
 کنا جانتی ہے عدو اپنا کسکو؟
 کنا آرزو کو جو جس سے گزندہ
 جو نہ چھا کہ کب سے تجھے موت آتی؟
 کنا بھید اس کا نہ سمجھا کوئی
 کرشمے میں ایسے ہوں لاکھوں دکائی
 ادھر گر گئی اور ادھر رہی ادھنی

بروننگ

یہ اہل کمال کی محمود عزت سمیز البیروتیہ
 پیرت بروننگ سنہ ۱۸۷۷ء میں بمقام
 ہرز ڈشیر (انگلستان) پیدا ہوئی اور
 ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔
 اگرچہ اسکے حالات اس قابل ہیں کہ
 تفصیل کے ساتھ لکھے جائیں لیکن چونکہ
 ہمارا مقصد بیاد دہنی نہیں ہے اسلئے
 نہایت مختصر اور ضروری واقعات پر اکتفا
 کرتے ہیں۔
 صلح ازل نے جیسی اوس کی صورت

حسین بنی تھی ویسا ہی حسن سیرت بھی
 کوٹ کوٹ کے بھرو یا تھا۔ طفل ہی میں
 اوسکی بڑکاوٹ کے جوہر اپنی چمک
 دکھانے لگے تھے اور کم سن ہی میں
 دنیاقت کا آفتاب افسوس شہرت پر بلند ہونے
 لگا تھا جس برس کی عمر کو پہنچنے سے
 قبل ہی اوسنے مختلف رسالوں کی
 نامزدگاری شروع کر دی اور سترہ برس
 کے سن اپنی (۱۸۹۴ء) میں اوسنے
 اپنی تصنیفات کی ایک جلد شائع کی
 جس میں ایک جملہ نظم جگہ جگہ طبعیت
 انسانی ہے اور بہت سی متفرق نظمیں
 شامل تھیں۔ باوجودیکہ ۱۸۹۷ء میں
 ایک مرض بملکاب میں مبتلا ہونے کی
 وجہ سے اوسکی صحت بالکل خراب ہو گئی
 تھی مگر پھر بھی اوسنے اپنے علمی مشاغل کو
 ہاتھ سے نہیں دیا اور بدستور دہائی شعر
 اور خلافت کی تصنیفات کا مطالعہ
 کرتی رہی۔

مگر تبدیل آب و ہوا کے لئے طبیبوں کی صلاح سے اوسکو مار کوئی چلا جانا پڑا جہاں ایک سال نہیں گذرا تھا کہ اوسکا چھوٹا بھائی دریا میں دو بکر مر گیا اس جالگر احادیث نے اسکی حسرت پر ایسا برا اثر ڈالا کہ وہ ایک سال کے بعد جا کر اس قابل ہوئی کہ لندن میں آکر اپنے اعزہ اور احباب میں بسر کرے۔

لندن میں آنے کے بعد بقول میں شفرڈ کے "اوسکا اکثر وقت اون تمام کتابوں کے پڑھنے میں مصروف رہتا تھا جو پڑھنے کے قابل ہو تین خواہ وہ کسی زبان کی ہوں اور اسے تمام وقت اون نظموں کے تصنیف کرنے کے لئے وقف کر رکھا تھا جن کے لکھنے کے لئے خدا نے اوسکو پیدا کیا تھا اگرچہ مسز ہونگہ کی عمر کا چار حصہ حالات میں ضائع ہوا لیکن پھر بھی اوسکی نظم کلیات کی پانچ بسوط جلدیں انگریزی شاعری کا مذاق رکھنے والوں میں ہمیشہ کے لئے عزت و وقعت اور ادبی کے ساتھ دیکھی جائیگی۔ اوس کے زبان کی سلاست خیالات کی رفعت مضامین کا ربط ضبط اور فطرتی جذبات کا ایسے الفاظ میں بیان کرنا کہ جس سے کوئی دل متاثر ہو بغیر نہ رہ سکے۔ ایسی چیزیں ہیں جنہوں نے بڑے بڑے لائق اور سخن سنج لوگوں سے اوس کے حق میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اوسکو انگلستان کے اعلیٰ طبقہ کے شاعر کی انجمن میں کرسی اعتبار پر جگہ ملنی چاہیے۔

ہم مسز ہونگہ کی دو نظموں کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں جو اگرچہ اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہی ہیں لیکن پھر بھی اسید ہے کہ اہل نظر ان کے مضامین سے مصنفہ کے مذاق سخن کوئی کا بخوبی اندازہ کر کے مترجم کی نثر نشون سے چشم پوشی فرمائیگی۔

۱۔ صریر درپ کی مرد مرزا بنی مراد میں ۱۴۸۳

گل بے موسم

تھے نہ یہاں اسکے پھولنے کے دن
حسن تھا یکتائی سے دوبالا
پھول سفید اور سبز تھی ڈالی
موسم گل کا لانے والا
روکتی کیونکر باد جنوبی
جھکو باد جنوب اُٹنے دے
ہو گا زمانہ میسر اسٹیدا
فصل گل کے اگر اُٹنے کا
ماس بھی رائل ٹرسک بھی ہوتے
قدر ہماری پھر کیا ہوتی
ایک اک بلب کے لئے مدد
فاصلہ فصل بہاری کا ہون
قدر شکر ہون ہو میسر ہی دوبالا
ذوق جسام گل لایا ہون
کون و مکان میں دھوم ہو میری
نام پر پیکر خدا ہون سارے

پھول گلاب کا پھولایسکن
سارے چمن میں تھسا جو زلا
زنگت او سکی سب سے زالی
سب سے پہلے اُٹنے والا
دکھشیں تھیں جو ادائیں او سکی
یو بلا بلغمین تو جانے دے
ہو لگا سارے چمن میں یکستا
تو ہی بتا میں دیکھتا رستا
سیڈن بلش اور سک بھی ہوتے
صحت یہ جو محیسا ہوتی
ہوئے پھول ہی پھول ہر اک جا
سب سے پہلے میں آیا ہون
میں ہون تنہا میں ہون یکتا
خزہ فصل گل لایا ہون
تاکہ جہان میں دھوم ہو میری
بلبل لہر سارے ہون سارے

لہ یہ چار دن گلاب کے افشا ہوتے۔

لطف ہوں مجھے پیار ہوں مجھے
 شکر گزار چمن ہوسارا
 خوش ہوں گلچین شاہد کو پور
 کیسے چھوٹے چھوٹے سارے
 دیکھیں میری چمک دمک کو
 سارے پتے تلیان ساری
 گھومیں دن بھر گرد ہمارے
 چند چکر و فضا سے اتریں
 شب بھر عشق کا راگ وہ گائیں
 غول کے غول عناد لائیں
 دن بھر دھوپ کا دکھ سہتے ہوں
 جب نظر آئے اوس کو زمین پر
 روز زمین جیتے تر سے فلک بھی
 اور زمین بھی کر کے فرستیں
 کیسے بھروسہ سارک بادوی
 سن کے یہ تقریر بخوبی
 بار پھر اوس نے باغ میں پایا
 تھا جو سارے چمن میں نرالا
 پرانے کس گمان وہ غلط تھا

ہر دم بوس و کنار ہوں مجھے
 باغ کا باغ مگن ہوسارا
 سوتی کرتی ہوا اوس بچھا اور
 جیتے ہن جو سورج کے سہارے
 روڑ کے آئین سب کے سب وہ
 پوچھیں یہ صورت پیاری پیاری
 صدقے ترے ہوں یہ اشارے
 دیکھکے مجھ کو ہوا سے اوتھیں
 صبح کے ہوتے ہی ٹاڑ جائیں
 دلدادہ سرے بیدل آئیں وہ
 میری خواہی میں اسے ہوں
 چاند سا میرا دوسے منور
 دیکھکے جھانکنا کے صورت میری
 اپنے سارے چھوٹوں کو باجم
 باغ میں ہوا اک دھڑم کی شادی
 خوش ہوئی بے حد باد جنوبی
 فرحان خندان چمن میں آیا
 حسن تھا اوس کا سبب بالا
 کوئی نہ اوس کا خواہاں نکلا

قدر ہوئی گاشن مین نہ اوسکی
 سارے وقت اور سارے پورے
 ایک بھی پتہ سبز نہ تھا وان
 تیریاں تھیں ساری بے پر
 ہلتی تھی نہ جگہ سے کوئی
 ہونے کو تھے چکور ہو اپر
 گھاس مین تھے وہ کبھی چھپ جاتے
 بیل تھے دریا کے کنارے
 تھے سنان جزیرے بسا
 ان دونوں کے بدلے میں تھی
 اس کے لالچ مین کرتی تھی
 رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا
 مینے نے دیا جب مینہ چھینٹا
 برف کے صدمے سے کچے تھے
 کیون جی برف کے ٹکڑے ہو تم؟
 زور ہوئے اب کیا وہ نہارے
 کیا ہوا وہ سب خیمہ ڈیرا
 شاخ ملی ہے یہ رہنے کو

رہ گئی دل مین حسرت ساری
 افسردہ تھے جو خزان سے
 جو ہوا سپر مردہ جنبان
 رنگتی پھرتی دیواروں پر
 حالت تھی بے بال و پری کی
 دیکھ نہ سکتے تھے وہ اسے پر
 تاروں کو گاہے گیت سناتے
 دن وقت کے یہیں گزارے
 اپنے راگ سے رنگ جمائے
 حاضر تنہا شہد کی مکھی
 خدمت جو اس سے ہو سکتی
 چھایا ابر اور مینہ بھی برسا
 بخت زمین کا خواہجہ چو نکا
 گل کو غور سے دیکھ کے بولے
 باغ مین اگر بیٹھے ہو تم؟
 گھیرے تھے سب کوہ ہمارے
 رہ گئے اب جو یکہ و تنہا
 ساتھ ماکھی اک کھسنے کو

گل پر کین یہ دھوکا ہوتا
پیش از وقت نہ گرو آتا
کننے والا تھا کچھ موندھ سے
غم نے گیرا اوس کو اگر
شاعر ایک قریب کھڑا تھا
اوس نے دیکھا اس کو ہنس کے
بولاکثر ہے پیش آتا
شاعر کرتے ہیں غمہ سرائی
وقت سے پہلے آنے والے
گرچہ تنہائی کے سبب سے
قول ہے اون کا فعل ہے انکا
لیکن تنہا ہوں جو ہمیں ہم
عیب و ہنر کا دیکھنے والا
گھنٹی بے سنگ کی بجائیں
بجے بھی گردہ کون سنے گا
کوئی فشرت ہو یا انسان
اچھے گھر میں جو رہتا ہو گا
پھول ہو یا شاعر ہو کوئی
وقت سے پہلے جب آئیے

کاش غریب نہ پھولا ہوتا
ذلت ایسی کبھی نہ پاتا
ہاں نہ لیکن ہوش کے تھے
کھلا کے وہ گرا زمین پر
یہ گل اوس کے قدموں پہ لڑتا
عبرت اور عزت کی نظر سے
شاعرون کو بھی واقعہ ایسا
بہرون کو نہیں دیتا سنا
اپنی قدر رکھنا نہ والے
آپ ہی اپنی نظمیں منہ ہوتے
سب سے بڑے سب سے اعلیٰ
تدہ ہمارے کیا ہو سلم
جب نہ کوئی پھسے وہ ہنر کا
پیدا ہو گئی کب اوس سے ملدیں
جرس نہ اوس کو کوئی کہے گا
دیکھنے والے سمجھیں گے شیطان
خواہی خواہی دھوکا ہو گا
دونوں کی حالت ایک ہی ہو گی
قدر شناس نہ ہم بائیں گے

اس گل کھلانا ہے بہتر
 ہو گا نہ یان پر قیسہ اگذا را
 پر حسم اسکو گر مابین گے
 ککے پر کیا جانے کیا سو چا
 کہنے لگا کچھ سوچکے دل میں
 شکر ہے ہم بندے ہیں اس کے
 قدر تمہاری ہو کہ شو کچھ
 ہم ہیں مبارک میں ہوں یا تو
 گرچہ ناقدری ہو دنیا
 گو کوئی چہیز نہ سمجھیں بکو
 ہو کہ خدا نے عزیز بنایا
 گر مہون بے سبیل کیا پروا ہے
 شرم کے غافل ہے وہ شاعر
 یہ شہرت پر مرنے والے
 لائق نعرہ ہیں ہے وہ شاعر
 کیا کم ہے وہ دولت تم کو
 تم ہو دافن راز نہ سانی
 خلق نہ مانے تم کو نہ مانے
 اسکے موند نہ لگو تم ہرگز

شاعر نعرہ سدا ہی بس کر
 سرد پڑا ہے عالم سارا
 راہ پر جیسے ہو لائین عمر
 چاند کی صورت چہرہ چمکا +
 نور خدا ہے ایک ایک تن میں
 نیک کر بد ہمیں خلقت سمجھے
 عزت اپنی آپ کو کچھ
 غم اسے پہول نہ مطلق کتا تو
 اس کو شو گو تیسری پروا
 لوگ عزیز نہ سمجھیں جسم کو
 ہم ناچیز تھے چیز ہستیا
 گل کی بوست جان بے باہ
 شعر کے جو داو کی خاطر
 ہوتے ہیں کب کچھ کر نہ والے
 جان دے جو جوٹی شہرت پر
 کی جو خدا نے ودیعت تم کو
 تم ہو خدا پر ملک معانی
 قدر نہ جانے تمہاری نہ جانے
 پروا کچھ نہ کر دو تم ہرگز

<p>کیوں ناسدرون سے ساز کر تم شکر کرو تم اوس کی عطا کا سدا سدا تمہیں اپنا بنایا جس سے ہر مصرعہ میں اثر ہے پہول سے جو تہی جھٹرتی ہے شاعر کرے گا جب کام اوس کا شکر کروا دن امید و نکا آج نہو گو قدر تم ساری باتیں ہی جب لکھو گے شکر کرو اس کا کہ خدا نے تم کو دین وہ بینا آنکھیں ریخ جیٹ کر تے ہو یارو</p>	<p>اپنے پر آپ ہی ناز کرو تم ہے یہ بڑا احسان خدا کا کیسا اعلیٰ رتبہ بخش شاخ مضاف میں بار آور ہے اوسکی نظر میں وہ رہتی ہے کیونکر ہو گا نہ پس نام اوس کا جن پر آگے کو ہے سارا چشمہ فیض ہے تیسے جاری داد بھی نہ کہی پاؤ گے اوس چشمہ فیض و عطائے قدرت کے جو کرشمے و کمین ہنسی خوشی سے عمر گزارو</p>
<p>تم تو نہو گے پر یہ زمانہ رکے گا یاد تمہارا فائدہ</p>	
<p>— ❦ —</p> <h2 style="text-align: center;">عشق و حشر</h2>	
<p>خدا جانے وہ میداری تھی یا تماخو ابکا عالم کبھی غم سے مخاطب ہو کے کسی اور مہم</p>	<p>نظر آئی مجھے اک ٹیلہ بڑی ہی ہولی حسرت کبھی جانسوز آہیں بہتی تھی جادو کی ہر حالت</p>

کبھی کر کے تاسے کہتی تھی دردِ جگر اپنا چٹکتی تھی کبھی سنگدِ مصیبت پر وہ سسپنا	
فلک پر سے یہ لانا کسان اکابر کا ٹکڑا ہوا میں چل بسین سب چہرے کے چمکا دیوانِ تنہا	بد زمی جیسے ہونہ خوش آوازِ اشارِ دن کا میسر ہو گا کب دیدارِ یارب کہ ہمارے دن کا
وہ جب تک شہنشاہِ انشان کی حاجت ہوا زمین جگہ رہنا ہی اس آتشِ زندہ جھڑپ سے وہ بان میں	
تپش نے مہرِ عالم کی ایسا اثر ڈالا ہو اس حالت پر یہی کام آئے پناہ کیسے ٹالا	کہ جس سے تپ بجوانے لگی اور ہو گئی کانڈ بنار کا آؤ جگو باد بان کشتیِ خفہ
مری حسرتِ اجو تو اک اہلِ طوفانِ خیزو سے جگو تو آؤ دن اس ہوا میں چو اور دو نہیں دغا جگو	
مگر نہ عشقِ حاضر اس گڑی اسکی حضورِ یں اسی تھی تھی جد کہ گڑی اسکی حضورِ یں	بصیرتِ حیرتِ خلق وہ اگر قدمِ نبیہ حسرت کے جواب آئے دیا یہ ابر کو حسرت کی جانے
زمین اس گڑ زمین امانِ زمین امانِ زمین جو دولتِ خاص میری ہے وہ تو امانِ زمین گنا	
سہیلے اوس جگہ پر عشق کا قبضہ سلم ہے فدا میری میر سے واسطے اس کا یہی غری	قدم رکھتی ہر حسرت جگہ دینا کے پردی پر مزی لیتا ہے دل ماو کے ہر اک پر در و ناک پر
اسی پر ناز ہے جگو اسی سے نامِ میرا یہ میری ہنقس ہے اسکی خدمت کام ہے میرا	
— ۴۴ —	

کو پیر

دلیئم کو پیر۔ انگلستان کا مشہور شاعر ۱۸۳۱ء میں بمقام پیرکاس مسیڈ ضلع ہر فوئیس پیدا ہوا اور ایسٹ ڈورہام علاقہ نارنگس میں ۵۵ مارچ ۱۸۹۸ء کو انتقال فرمایا۔
 برس کی عمر کو پہونچ کے فوت ہوا۔

مدرسہ چوڑسنے کے بعد وہ تیس سال تک ایک ایٹرنی (وکیل) کی خدمت میں رہا اور وہاں سے ٹیکلر ٹیل ٹیل میں داخل ہوا۔ اس درمیان میں وہ ہوس آف لارڈس (مجلس امرائے انگلستان) میں محرم ہو گیا تھا لیکن چونکہ وہ فطرتاً و تیناوی کا رد بار کی مشقت ادا نہ کر سکا تھا اس لئے بہت جلد اس خدمت سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کے قریب جسمانی اس قدر ضعیف تھے کہ اون کا اثر و باغ پر بھی پڑا جس سے چند روز کے لئے اس کو پاگل خانہ کی ہوا کھانا بھی نصیب ہو گیا مگر بیان کے نیکدل مضمون کی مہربانی سے نہایت قلیل عرصہ میں صحت یاب ہوا اور رہائی حاصل کر کے ہٹلڈن کو واپس آیا۔

اس کے بعد کا جو زمانہ گذرا وہیں اس کی شاعری نے فروغ پایا اور اب فروغ پایا کہ اور کاشا گنتی کے شعرا میں ہونے لگا۔ ذیل میں اس کی دو چھوٹی چھوٹی نظموں کا اور ایک تیسری نظم کے چند اشعار کا ترجمہ یہ تاظرین کیا جاتا ہے وہ ہوندا

حرکت میں برکت

پہل در سیکہ دکسے حرکت میں برکت
 حرکت گر نہو۔ جو جاسے یہ دنیا برہم

قول شاعر کا ہے گو پر نہیں زمین منت
 حرکت ہی سے ہے قائم یہ نظام عالم

حرکت ہی کی بدولت ہیں یہ غیر کو قنوح
 خوشنمائی سب اسی سے ہے اسی کو سب
 کرہ ارض ہی با این تن و قنوح و طبقات
 خوف یہ ہے کہ طہر کا جو اکدم بہر ہی
 اس غرض سے ہے ہوا کہ حرکت کی تکلیف
 وہ سندر ہو کہ قطر وہی ملتی ہے صفا
 وہ درختان تو مند جو سرکش تھے بڑے
 نہ سنی ایک ہی اسنے بہ بہت چلائے
 کون ایسا ہے یہاں جکا قرن آسانی ہو
 بد و خلق سے خالق کی مشیت ہے ہی
 ایک قانون ہے رب عالم انکا کر لئے
 ہوئی محنت ہی کی انسان کو حاصل عزت
 پاؤں پیٹا وہ کاہل جو پڑا سوتا ہے
 آنکھیں پٹی ہوئی رخ زور بدن لاغر ہو
 دیدہ جبران الگ دل ہے پریشان الگ
 بر خلاف اسبے کہ ہیں کام کے عادی جو رگ
 رکھتے ہیں راہ طلب میں وہ قدم تیزی سے
 اس شقت ہی میں ملتا ہی اونہیں کچھ آرام
 جسم نچر ہے اگر تو حرکت اوہیں ہے روح
 حرکت ہی ہے مگر اصل اصول فطرت
 کرتا ہنس ہے سدا قطع منازل دن رات
 غیت چھکا نہ اس جرم میں او کی ہستی
 حساد با کاراں اشیا کو کرے جو ہون کثیف
 رات دن جب حرکت میں اسی کوئی ہے ہوا
 وہ ہی اس دست دازی کی ہوا کی نیچے
 شور بھٹکا کیا اتنے ہی جھک لئے کسائے
 آگ ہو یا کہ دوا خاک ہو یا پانی ہو
 آدمی طالب راحت مشوراحت ہے ہی
 وہی جہان کے لئے ہے وہی انسانا کر لئے
 آدمی بتنا ہے انسان اوٹھا کر محنت
 شوق آرام میں آرام کو خود کسوتا ہے
 خاک اس جیسے پر جو بہت کی ہی بدتر ہے
 کو فت میں جان الگ کہہ کر ہیں واسان الگ
 نہ اونہیں کی کوئی علت نہ اونہیں کی کوئی رگ
 لیتے ہیں منزل مقصد کو عرف ریزی سے
 کام کرتے ہیں پر گویا نہیں کرتے کوئی کام

یہ خبر کہ وہیں ستر میں بولا تاہو میں تمام دنیا و فیاض داخل ہوئے لا گیا در نہ نظرت کا حفظ ہر کی سکا

<p>یعنی وہ کام سے نکلنے میں نہ گھبراستے ہیں زندگی کا انہیں لوگوں کو مزہ آتا ہے دولت عقل ہو یا قوت جسمانی ہو صحت اچھی ہے تو پاس آئیگا کیا انکار صاحبِ الارسہ میں رکستے ہیں خیالات بند</p>	<p>دل جو گہرا رہی تو کام میں ہلکا نہیں تندرستی سے بڑا پابہی تو شرما سوجو جس قدر خرچ کروا سہیں نہ رمانی ہو عقل روشن ہو تو کیوں ولین چکر دلال شادمانی میں ہیں خود دار الم میں غر نہ</p>
<p>کیا عجب سا تہ جو چلنے کی تضاد ہی رحمت کسین چل میکرہ نکستے حرکت میں برکت</p>	
<p>فاخت</p>	
<p>گواہی دیتی ہیں کہ قدم ہی بڑا ہیں برخلاف اسکے وہ جہاں چکی نظر سے کھین</p>	<p>ٹھہر کرین کما تاسہ بان انسان یکین بجا لاکہ ہوں بے عقل پر چلتے ہیں کمر راہ خلا</p>
<p>اک سہانی شام کو میں تما جو جو میر بلغ یہ صدا دیتی تھی بیشک عشق صادق کا سرخ</p>	<p>ناگمان اک فاختہ کی کانین آئی صدا اسپنے جو طیسے وہ دیون کرتی تھی اظہار دلا</p>
<p>یہ ہمارا رشتہ مہر و خایہ نہیں بلکہ یاد عیش ایام جوانی بالیقین</p>	<p>ٹوٹ جائی جو زمانہ کی کشاکش سے کہ سبھی عہد پر حسرت میں پیری کی کرنگی دل ہی</p>
<p>راستبازی کی اگر ہی پاکبازی میں جھک نور الفت صفا آنکھ سے دکھائیگا جھک</p>	<p>یہ تیرے ولین ہی جھک کر مجھے نہاد خود وفاداری پر قیری میر اول ہو گا گہرا</p>
<p>وہ بلا کہین عام میں دنیا میں جو سبکے لئے اور جو بھی مالد و ملو اسکو میں نہر ہلا کر</p>	<p>میں سمجھتی ہوں نہو گا جھپٹے کچھ اور کھاتر تو (خدا کہے) شکر یک حال جو میرا کر</p>

اسکے کہ اس جدید طرز کی قدر ہوتی تو کون نے اسکو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا
۱۸۱۲ء میں وہ ریڈیل مونسٹ میں چلا آیا اور اسوقت سے ہمیشہ کے لئے
یہی اوس کا مسکن و مدفن ہو گیا۔

اگرچہ دنیا کے عام دستور کے موافق دروڑ سورتہ کی جدت پسندی ابتدا میں
پبلک کو نامطوبع ضرور ہوئی ہوگی کیونکہ کان اوس سے آشنا نہ تھے لیکن
حقیقت کا رنگ ایسا پائدار ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کوئی دوسرا رنگ
ظہر نہیں سکتا چنانچہ دروڑ سورتہ کے کلام نے پبلک سے اپنی قدر کر داہی لی
اور تھوڑی ہی ایسی بڑی کہ سورتہ عین رابرٹ سودی کے مرنے پر ہی پویش
لاؤٹ بلا لنگستان کا ملک الشعراء مقرر ہوا اور وہی لوگ جو کسی وقت اوس کے
سے پیچھے رہ گئے۔ اسنے سورتہ عین وفات پائی مندرجہ ذیل اشعار اوس کی ایک
نظم کا ترجمہ ہے۔

بچپن کی یاد

اک زمانہ وہی تماچ باغ و راغ و سبزہ زار	گلبن و شہستان و لالہ ناز و شاخسار
دشت صحرانہ کوہ دہاسن آبشار و جوبسار	مچکوائی تھی نظر ہر شے میں قدرت کی بہار
تھی گروہ اک جہلم جو چل مٹی مثل شرار	یا خوشی تھی خواب کی جو گرائی دل بہار
حلقہ سے گردش ایام کا دل سے شکار	
گروہ حالت ایندین پرین ہون ماسکی یادگار	

<p>اب بھی ہر مہ ماہ میں ہر خوش خیزی طلیسان چاندنی میں اب بھی ہر بے لطف دریا کا احسان اب بھی ہر چوڑی دلکش بلبلوں کی داستان</p>	<p>ہر خوش ترس توجہ دکھائی ہر نیرنگیان اب بھی ہر خوش شیدہ عاتاب جان بخش بہان شاہان گل کرہین انوار اب بھی داستان</p>
<p>مجاہدین بنو ہر شے سے یہ ہوتا ہے گان شادمانی کر گئی گویا زمانے سے فسرار</p>	<p>جب نواستہان گلشن کر رہے تھی چھپے اک خیال جاگزا اسے آگے گھیر رہا ہے مجھے از سر نہ کیا دل بے رفا بون مرے</p>
<p>دخیان دشت تھی ہر سوار سے بہر رہے سکھو پیار کو کوک جادو بہری آواز نے مردنصل بہانی سے ہین خوش چھوٹے ہے</p>	<p>بہری اندرہ دلی کا کیوں اثر ان پر پڑے فیض عشق میں لاج ہو نگا کیا میں دلفگار *</p>
<p>گو بجٹے ہین نعرہ ہای مدیش و عشرت کے جہاں فرط شادی تو عروس دہر کا چہرہ ہے لال سچے بہار ماہ سے انسان و حیوان میں بجا</p>	<p>چادر و رنگے شہر پر سچے شادیاں لگا خیال بگنی فیضان ہو سہم سے صبا باد وصال بکر و بر میں ہر جگہ جوش مسرت ہے کمال</p>
<p>ایک شباز اوی سے تو زندہ دلی کی اکس مثال یاں بجا اگر نفیری گائیکے مل کر ملار</p>	<p>اسے ملا یک بہر تو اسے عین اخلاص و صفا سچے زشتوں نے تہا لاسا نہر عشرت میں نہا اس مسرت میں تہا دی ہر اگر جھسہ مرا</p>
<p>شک نہیں ہر مضمون ہر چو تم ہو خاصان خدا ہر طرح سے مجھ کو سچے منظور تم سب کی خدا دل سے میں بھی ساتھ ہوں گواہ میں دہر و خدا</p>	<p>غایت اس سچی مسرت کی ہون میں پہچانتا</p>

محبوب ہے سب ان قلوب صاف کا حال کا شکار	
سہ مبارک کیا ہی ماہ سے کی یہ پیاری سحر اک طرف ہے مہر نور افشان بساط خاک پر موجزن جوش سرسبز ہے دلونین کس قدر	محو آرایش عروس دہر ہے جب سحر گوئیونین ہیں چمکتے جسکو بچے دیکھ کر جھولیاں بہر بہر کے لٹکے چھتے ہیں گامتا
سینکھے افسردہ خاطر آج ہی ہون میں اگر اور گلستان میں ہوں خوش خوش طفل گلچین بجا	
زندگی انسان کی کیا اور کیا ہو اسکی بہت دلو بے سرو سامان نین ہو تا ہے گواپنا و دو عمیق فنی کا شرف ہے ہر زاد سے فرود	اس ستارہ کی ہے بس اک دم کی بربادی ساتھ ساتھ آتی ہیں فضل و رحمت رب دو اگیر نے لگتی ہے ہزار کی رسم و قیود
تا ہم آتا ہے نظر سحر چشمہ نور وجود دور ہو جاتا ہے اس چشمہ سے ہی انجام کا	
ہر گنگے ہیں گر چہ اب یہ مشرق قدر کے دور یہ نظارہ اب ہی دیتا ہے طبیعت کو فطر رفیقہ رفتہ تیرگی کا ہونے لگتا ہے وفور	نوجوانوں کو گر ملتا ہے اس چشمہ سے نور اب بھی اسکو نشوونہ قدرت پر حال ہی عبور راہ بنجانی ہے ہم رنگ سدا زلفنا حور
اس ہیانک دشت میں اب کرتی ہی رحمت قصور پہر رہا ہے شوکرین کہا نا ہوا دار و نزار	
بہر عجز دہر اس کو گیسے کر لیجان ہو بو سے مہر مادی ہی جن سے پیہم آئی ہو سادگی ہر سدا آرایش کی دل کو بھائی ہو	ساتھ اسکے شفقتین اور الفتن فرمائی ہو اپنے نازہ میہمان کو ہر طرح بولائی ہو اس قدر آرام و راحت اسکو یہ پور بھائی ہو

<p>اپنے گھر کو بہل جانا ہے یہ غفلت چرات ہے یہ نیکے اسکے دام میں مبتلا ہے یہ اسکا شکار</p>	<p>سائے پتھر یا سچے وہ شمشاد کے پھل میں اسکے مصروفیات ذاتی ہی میں نہیں یاقین نور مہر ماری ہو غلغلہ رودشن جبین</p>	<p>نفسہ شہد ایک مستغنی دکھا دین ہم میں کچھ نہ کہتا نہ کہتا کچھ نہ کہتا کچھ نہ کہتا باجہ پیار دینے کچھ نہ کہتا کچھ نہ کہتا</p>
<p>سطح دریا سے نفکر ایک حالت پر نہیں ہے سکون گاہے عیان چہرہ گاہے ہے انشا</p>	<p>اد کے معلومات تازہ پر ہوں جسکی بنا یا کہ سچے اسنے برسا ان بزم تاحم کا کیا اور اسی مضمون کو ہر اپنے دہن میں نگار</p>	<p>دیکھا اسکے سرا۔ منے ہو ایک تھکا کا کچھ یہ خدا جانے سچے نقشہ کوئی نرم عیش کا کچھ ہی ہو رہا ہے انہیں افکار میں وہ بھلا</p>
<p>اب وہ حسن و عشق کے جہرہ و نہیں بھی چاہیگا دیر تک حالت نہیں رہی وہ بھی برقرار</p>	<p>یوہین دکھانا ہر ہیکہ کاگ نہاک بازی گری عجب غنوت کل بناوینگے نفع کار ہی ہوگی حالت اسکی یوں بیدار پائی ہو</p>	<p>الفرش یہ ایک فرشتہ سا ہر دم ہر گھڑی بچنے میں مل رہا ہے آج لطف مادی اس سے جب بچاؤنگا فرصت میر ہو جائیگا</p>
<p>تب نہا شہاد گاہ ہستی کو بھی کر د لگا شہی صرف اسی بازی گری میں ہوگی عمر مستعار</p>	<p>ایک دنیا تو ہے یہاں اور ہمیں نہ ہوگی نسخہ قدر سے لیتا ہے حق تو روز شب</p>	<p>اسے حکیم فری شعور ای واقف اسرار ہے ہے تری پرکاش میں باقی ابھی علم و ادب</p>

سر بلند کی کھن سے ہونہ چل تجھ کو جب	شمس راہ معرفت چل سہ تجھ کو بے طلب
جس کی خاطر عمر بہرستے ہیں ہم رنج و تعب منزل پر ہول مرقد ملتی ہے انجام کار	
سہ ایسی روحانیت یوں تیری تجھ پر چکران نوم سے طفل ملک سیرت ایسی تک بیگان ابنی مصحفی کی کیوں پر خاش پرچہ جان	رعب آقا جطیح خادم کے دلیں ہونٹ نخل آزادی فطری سے ہے برخوردار سوتے فتنے کے جگہ گئے مین کی کیوں گرم فتنہ
کیوں زمانہ کو مخاطب کر رہا ہے مہربان جس کی مہربانی سے پایہ گاہ پر اکدم کی نہ بار	
آپ ہی تیری سے ہے وہ تیری آجڑہ ایسے ایسے جگہ و زمین دنیا کو تو پہنچا لگا راہن ایسے مکارہ کار ہے گاسانا	آکے رکھ دیکھا تیری کانہ ہر پہ اک بوجھل جوا جیتے جی چہر چڑھکا ارکان ؟ فرصت کیا ؟ تیری آزادی پہ پہر جائیگا بانی بر ملا
پھر کھ افسوس ہی ملتا رہے گا تو سدا پہر نہیں ممکن کہ تیرے ٹالے ٹلجائے یہ بار	
یا دایا مگدشتہ پرستہ دل کو التفات یا دہی بایہ دسکی گرچہ خود تھی بے ثبات پرناؤ کو واسطے طفل کی چہنی کائنات	ہے مبارک وہ خوشی جو عہد بہری میں ہوتا شکر میں رطب اللسان ہوں اس کی میں لکھتا جسین جڑ میشن مسرت تھی نہ کوئی اور بات
یا انگین جو جن نہیں مثل دریا کے فرات یا امیدین تڑپت افزا صورت یاد بہار	
ہر گٹری کا وہ فریب و ہم و تصدیق نظر	وجہ پر خاش حواس و عقل تنہا جکا اثر

اجنبی دنیا کی آن راہوں سے ہوتا تھا گذر یا کون رکھتا تھا جہاں بارگاہ سے پر نظر	رہ نہیں سکتا کسی ثابت قدم جہیں شہ نہی یہ حالت جیسے بحرِ مکر کو عدالت کا سپور
بخت نہ اسید ہا کر از خود بگیا وہ غمزدہ مہر گیار دل مطمئن اس سے بھی شکر کردگار	
کچھ بھی ہوں دراصل وہ اوہام اور وہ دھوکہ عمر پر آشوب بن وجہ سکون دل ہوئے	تھے مگر شمعِ طریق معرفت اس پنہ لئے تقوٰی چھپا بخود دل کا آبِ زمین کی ذائقہ پر نہیں مکن کوئی کوشش نہیں ازل کر
یہ یقینی حشر تک یوں ہی مسلم اب رہے آگلی ہنجدار سے پیر اپنی کشتی پر کتار	
اس سہانی فصل میں گور و ساحل سے زمین اب جیسے ہو نچا یا سانک ہو کبے رنج و توب	دل سے جاتی ہے براوس بکراہی کی یاد اب اب بھی چشمِ دور میں اپنی پہنچ جاتی ہے جب جزل لب ساحل چاہتے رہتے ہیں سو روزِ غم
عشرت افزا آب دریا اک طرف ہے روز و شب جسکے گئے سسکے ہوتی ہے طبیعتِ بقیہ	
بلبلو! ہاں آج لطفِ نغمہ سخی تم دکھاؤ آؤ اسی لاکھ مہرے فصل بہاری کر اداؤ	آہواں و شہ جی بہرے کے گللیں کر لگاؤ خوب کبیلو خوب گاؤ خوب شنائی بجاؤ گو کہ ہم میں اب وہ بچپن کا آئینگیں میں پٹا
کراہ اب اس سچی سرت سے نہیں دل کو لگاؤ جب تو تاجِ دخت شاہی ہم کو پہل اور سبز دھار	

<p>مگر کہ وہ نور ضیا پر در سے ان آنکھوں سے دور پڑ نہ دینگے اس سے ہم نہ ساز نگین و نفور یہ ہوشیہ کی کڑواور باقی ہیں تا یوم النشور</p>	<p>پھر کے آئینگانہ اب وہ عہد موفوالسور باقیات الصالحات اب دیگر ان آنکھوں کا پور ہیں یہ وہ قلب خیزن پانا ہر جنبے لطف مسور</p>
<p>مرید الو کا وہی آنکھ سے دم سے ڈھارس ہے ضرور رشتہ سید انہیں کی ذات سے ہے پائدار</p>	
<p style="text-align: center;">کالرج</p> <p>سیسیول ٹیلر کالرج بمقام کلیوٹرن ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۲۹ء میں بمقام ریڈیل انت فوت ہوا۔ ورڈس ور تھم۔ سووی۔ اور ولسن کا ہم عصر تھا اور انہیں کے فیضان صحبت نے ان کی طبیعت کو بھی بجلی کر دیا تھا اور اس کا کلام پایہ اعتبار پر پہنچا ہوا مانا جاتا تھا یہی واقعات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ بندش اور زبان میں ایک خاص لطف ہوتا ہے جو ترجمہ میں کسی طرح باقی نہیں رہ سکتا۔ مذہباً ایک نظم کا ترجمہ درج ذیل ہے۔</p>	
<p style="text-align: center;">جوانی اور پیری</p>	
<p>نظم تہی ہر گرم سہراون پہلو نہیں مثل صبا</p>	<p>جب کار لاتی ہے یہ۔ وب امید دلربا</p>
<p>اور شا جاری حکم امید و نظم دونوں پر مرا</p>	
<p>عمر آزادی کے ساتھ اس وقت ہوتی نہیں بے</p>	<p>ہر جگہ تھی فطرت و امید میری ہر سفر</p>
<p>تھی عودس نظم میری شاہد رنگین ادا</p>	

ہے مگر یہ ذکر جب کا میں جوان تھا جب کہ	وہ زمانہ یا دگر آتی ہے او کی اب کہی
دیکھ کر فرق اب میں جب میں روح ہوتی پرخفا	
اگر ہوا اور اپنا بر جس گہر کا ہے مہار اور	یہ لے رہے تھیں اب جو ہے اب سوجب آزاد اور
جس سے راحت کی جگہ انداز پوچھتی ہے سدا	
بلوغ و صحر میں رفیق اپنا تھایہ ہادی کی طرح	اڈا تپا ہر تاسا ہوا میں کا غد ہادی کی طرح
روح جیسی تھی ٹپک ویسا ہی ہلکا جسم تھا	
حال کی حیرت قزاجی سے وفا کی کشیدار	جس میں ہے محبت کی حاجت نہ وصل با ودا
خوف سے جب کو ظلام کا نہ کچھ بیم ہوا	
یوہ میں اس قالب کو سہی سو کم کی تھی برا نہ کچھ	خوف آند ہی کا نہ تھا اور بیم طوفان تھا نہ کچھ
پر یہ کب ؟ رستے تھے جب ہم اور جوانی ایکجا	
گل میں ہی مشغولیت اور عشق میں گل کی بنا	دوستی کتنے ہیں جب کو یہ وہ نخل سایہ دار
ایک دلچسپ ایک دلکش اور ہے اک خوشنما	
ہا سے وہ خوشیاں کہ جوان سبک چل نہیں چکے	دوستی عشق اور آزادی کہلتے تھے مزے
حاکم بری کا جب تک دور دورہ یہ نہ تھا	
اگر ایڑی پر ہی ہے تیری کہی ہیست ناک شکل	اب نہ انگلی جوانی کی نظر وہ پاک شکل
وہ جوانی دلیں گھم کر قی تھی جسکی ہر ادا	
ای جوانی کر دیا کیوں ترک نہ میرا ساتھ	جانتے ہیں سب اسی تھا جیسا میرا تھا ساتھ
دلچسپی اس پر قالی سے تری صدمہ بڑا	
چوڑ دیگی تو مجھے ہرگز نہ تھا اسکا یقین	تیرا یوں جانا سمجھ میں کچھ مری آنا نہیں

تافلہ تیرا کیا کب اور جس کس دم بجا	
ہاں مگر پروپ بہر نافرہب آتا تھا مجھے	اب ہے تو کس پس میں لہجہ بے تلا مجھے
چہرے جانے یا نہ جانیکا ملے کچھ تو پتا	
گو چہرہ تیرا: یکساں ان نقری یا لو کی شان	قاسم تیرا گشت یہ بھی سید ہوا ہے ناتوان
اپنی صورت کو بہت پاناہر نہیں بدلا ہوا	
رنگ سے ہر گل کی پیدا ہے مگر تیری جیسا	ذرا سرخ و شیدہ یکس میں ہی حیاں تیری چمک
عالم اسکان کی گویا پتھر پر اجاسا ہے بنا	
اسلئے مجبور ہوں کرتے پراسکے میں یقین	میں جدا تجھ سے نہیں اور تو جدا مجھ سے نہیں
میں سابق دونوں کی ہے اک جگہ نشو و نما	
دامن صبح وطن میں جو ہے بنجائی گھر	شام غربت میں وہی شبنم ہے خاکستہ چشم تر
نابش غم ہے طراوت ساری کر دیتی ہوا	
یہ بوہن باقی جب نہیں رہتی چرواہین کچھ پیدا	اور بڑا پاپا آکے کرتا ہے خوشی کو ناپید
جسطرح مفاسد عیرون کو کرتے کوئی جدا	
جتنی فرقت کا قصور کر کے دل ہوتا ہوشی	تاہم صفا فی صفا اور ہو جدائی کا قلق
اسے جوانی بوہن تجھ سے بھی جدا ہونا پڑا	

پارئل

تساہل پارئل نام تھا۔ جیسا اس شخص کے کلام سے ظاہر ہے وہ ایک مذہبی خیال کا آدمی تھا۔ اس کی نظم نہایت سلیس شیرخیز اور اخلاقی مضامین سے

بہری ہوئی ہے۔ پارلی الگڈنڈر پوپ اور ڈاکٹر سوفٹ کا ہم عصر تھا اور پوپ ہی نے
 اوسکی کایات کو طبع کرایا۔ ۱۷۹۹ء میں بمقام ڈبلن پیدا ہوا اور ۱۸۱۷ء میں اس
 جہان فانی سے رحلت کی۔ جو مثنوی ذیل میں درج کیجاتی ہے وہ اوسکی ایک نظم
 ”سو-وہم پتہ ہر مٹ“ کا ترجمہ ہے۔ اس میں شاعر نے کمال فصاحت کے ساتھ
 اسراف، بخل اور سیادہ روی کے مزاج کو دکھایا ہے اور ہر ایک کے جدا جدا برائیاں
 اور خوبیاں موثر الفاظ میں بیان کی ہیں۔ اوسکے ساتھ ہی اس مطلب کو بھی نہایت
 خوبی سے ادا کیا ہے کہ آدمی ظاہری انگہوں سے آن حالات کا سائیکہ کہ نہیں
 کر سکتا جو پردہ شیت میں قدرت الہی نے پوشیدہ رکھے ہیں اور اسکے بعد نہایت
 خوبی سے ناصحانہ تقریر کا پہلا اسطر پیچا ہے کہ انسان کو محض اپنے علم و تقیین کے
 بہرے سے پرکار و بار قدرت پر نکتہ چینی کرنا زیبا نہیں ہے بلکہ ہر شے ہی کو جاننا چاہیے کہ
 حقیقہً رازِ بیدارِ مہر و نشان است کہ بود۔ مترجم نے چند تفسیری اشارے بھی زیادہ کر دیے
 ہیں اور اپنے سہر و ناظرین سے اس برات کی معافی مانگتا ہے۔

اسرار حقیقت

ابر اوٹھا جلی ہوا ساقی	بادہ لعلگون پلاساقی
جسکے پیتے ہی وہ سرور آئے	دیدہ دل میں جس سے نور آئے
پردے اٹھ جائیں سب حقیقت کے	جاوے مل جائیں آدمیت کے
حق رہا بل کا فرق پہچانوں	جو ٹھہ کو جو ٹھہ سچ کو سچ جانوں
دیہرون راہ حق پرستی سے	رہون آگاہ اپنی پرستی سے

<p>پھر سناؤں تجھے وہ انسان پارغل نام ایک تھا انگریز اوسنے اس قصہ کو ہے نظم کیا</p>	<p>جس سے روشن ہر دل کا کاشانہ نظم ہوتی ہے جسکی عبرت خیز کر رہا ہوں میں ترجمہ جسکا</p>
<p>کیا عجب لوگ ہیں سبق اس سے پھر نہ منکر ہوں قدرت حق سے</p>	
<p>شہر سے دور ایک صحرائے راہب اُس دشت میں تھا ایک تقیم عمر ساری یہیں گزرائی تھی نئے محل اور سکے درہا سب جیل تھے نباتات اور سکولہرست غرائی دور انسان سے اور خدا سے قرب مشند اوس کا پس عبادت تھا نہی زبیں پاک زندگی اوس کی پر ہے ابلیس دشمن انسان اوسکے دل پر بھی پا گیا مٹا جو دوسرے ہر طرح کے اُٹنے لگے حق کی رحمت کا اب یقین تھا نور تصدیق اور گیا ایک سر منہ فہم دل کا بھی ہے حال بھی</p>	<p>ہو کا عالم تھا دشت افرا تھا جس کا شیوہ رضا تھی اور تسلیم بیچنے سے کہولت آئی تھی فرشیں سبز کابلش مغل اور سکے نائب چشموں کا پانی نہ کوئی یار اور سکا نہا نہ حبیب مست جام سے محبت تھا یہیں اوسکو بہشت حاصل تھی اسنے بیدار چوڑے کم دانان رنگ سے اپنا جا گیا بد خو دل سے یاو خدا مٹا سنے لگے بارغ قسمت کا خورشید چین نہ رہا رنگ ظلمت کا چا گیا دل پر سطح جیسے ہر صاف پانی کی</p>

اسکو جب تک سکون حاصل ہے	صاف آئینہ کے محاش سے ہے
عکس فطرت بہانہ یہ لیتا ہے	خال و خط سب دکھائی دیتا ہے
بگم گل - خازن کی نوک پر لکھ	چاند سورج ستارے اور فلک
دی ہن بانی کو سہنے جاگیرین	نقش ہین و لہر ان کی قصورین
پہنک کر دیکھو لیکن اکہ پتھر	پڑے بانی میں جس سے کھنڈار
عجب ایک اشتیاق پہیلے گا	میر جبین کروینگی سب کا تجزیہ
سوی راہ سب کے دکھا ہی تہا رنگ	کہ لگا و سوسون کا اور سپرنگ
جی میں آیا کہ چل کے دیکھیں گے	ڈونگ و دنیا کے اپنی انگوٹھے
تجربہ آسپ ہی تہا دے گا	کہ ہے ان و دنون باتو نہیں سچ کیا
ہینے فطرت سے ہے پڑا جو کچھ	یا کتابوں میں ہے لکھا جو کچھ
سر چکر یہ چلا دے صحیح اسے	ہاتھ میں تہا عصا لے کر لے لے
سہر پر پہنچے ہو کر تہا جو ٹوپی	اک محارہ سے وہ مزین تھی
کرنا تہا لٹے خوشی سے راہ کشن	سہر تہا مہر صبح سائین گلن
غور سے دیکھتا تہا ہر شے وہ	جا بچتا تہا ہر ایک واقعہ کو
کہنے لگیا اس رواروی میں دن	شب کو چاہتا کہ تہا نامکون
کہیں نہ کہے تہا تہا خطر سے پاک	تہا وہ صحر ا عظیم و وحشت تناک
دشت و دامن میں دی گردا و شے	راستہ کا ٹی او سی جگہ اوستے

۴۔ ایک منہم کی گونگی ہوتی ہے جو سراسر خطین (پالٹین) پر نکلتی ہے۔ قدیم زمانہ میں بیت المقدس کے زائران عیسائی بطور علامت کے اسکو ٹوپی پر لگاتے رہتے تھے ۱۲ منہم

پر ہوتی آ کے جب نمود کرے
 سامنے سے اسے نظر آیا
 حلقہ زن عارضوں پر تے گیسو
 اسکی جانب قدم بڑا کے چلا
 تب تقدس ناب راہ بنے
 چہر گیا سلسلہ تکلم کا
 گرچہ ہڈا تھا ایک ایک جوان
 سلسلہ گفتگو کا بڑا جوگ
 ناگمان ڈوبنے لگا خورشید
 حکم آرام پاگنی خلقت
 نظر ان دونوں کی بڑی ناگاہ
 گود رختوں کا سایہ تھا حاجب
 مالک اس قصر کا تھا ایک امیر
 اہل ہمت تھا اور غریب نواز
 بر تھا اک عیب خود نمائی کا
 دل کو غم غوب جو ستائش تھی
 یہ مسافر جو اس کے گھر تے
 درد بان پہنے چند خد و شکار
 ہر قدم پاس احترام کا تھا

اور ہوا جلوہ گر شہ خاؤ
 اک جوان سہمی تدور عن
 برین ظلمت کے نور کو تھا منو
 کر کے تسلیم ہاتھ چوم لیا
 مہربان لکے دین دعائیں اسے
 کچھ کہا اسنے اسنے کچھ پچھا
 چنگی خوب دونوں میں میزان
 باتوں باتوں میں گم کیا رستا
 اور سونا بادن کا روئے سفید
 ہوشیاری پہ چاگنی غفلت
 اک عمارت پہ چوٹی بسراہ
 چاندل میں چلے یہ اس جانب
 صاحب مال رد و ملت و جاگیر
 بہو لے ہشکونہ اسکا در تھا باز
 پہلو نیکی میں تہا برائی کا
 دعو تو نہیں بہت نمائش تھی
 تھا طہ سارے چڑھے بڑے چا
 تھے او بے کمر کے تیار
 اک سمان حسن انتظام کا تھا

صاحب خانہ خود تپاک کے ساتھ
 میہمانوں کو میسنہ بان لایا
 نہا چناک وسیع دسترخوان
 تین میا وہ نعمتیں جنگ
 ساتھ خود ہی رہا شب بیکلام
 ہو کے نارغ جو خوابگاہ میں آئو
 و دونوں ایک تھے تھکے ماندے
 اتنے میں پہر سہر نہو ہوئی
 نہر کے ٹنڈے ٹنڈے پانی کو
 ناز سے جو مٹی نسیم آئی
 جن دستوں کو میسنہ میں پایا
 آمد صبح کی ہوئی جو پکار
 ہوئی کسانے کے دن کی تیاری
 تھی طلّائی صراحیوں میں شراب
 میزبان نے خود انتظار کیا
 کیا رخصت خوشی سے جب آئو
 نہا تردد نہ کوئی اور مگر
 کیونکہ سونے کی اک پیالی تھی
 دلین اس جرم کا تھا ایسا ڈر

ایگیا اونکو دیکھے ماتہ میں ماتہ
 روح تازہ پہئی وہاں لایا
 جس سے ظاہر تھی اوکی عظمت شان
 دیکھ لے کر تو بہو کدوئی ہو
 رہے باہم ادب اور دہر کے کلام
 محض نرم گدے بچھے پاسے
 ہوے بیہوش نیند کے ماتے
 لیلیٰ شب حرم سہر میں لگی
 لگی انگلیلیان صبا کرتے
 ہر روش برچہن میں لہرائی
 ڈالین کو ہلا سکے چڑکا یا
 و دونوں مہمان ہی ہو گئے بیدار
 دیکھی داد میمان داری
 ہوا آواز دور بادہ ناب
 میہمانوں کو شاد کام کیا
 شاد و مشکور یہ روانہ ہوئے
 میزبان کا تھا ایک دلین ڈر
 چوٹے مہمان نے جو اٹھالی تھی
 دیکھتا تھا وہ پیچھے مڑ مڑ کر

کہ کسی سمت سے خطر تو نہیں
 دیکھی جب اُس نے سب یہ کیفیت
 چپ تھا اوسان چوڑے جاڑے
 چاہتا تھا کہ اوسکا چوڑے ساتھ
 مینہ ہی مینہ میں وہ ہڈ بٹا سنے لگا
 سوچا کہ نہ تھا کچھ اسکے سوا
 یونہی طے کر چکے جو وہ کچھ راہ
 نہ گیا اور ہی فلک کا رنگ
 ڈھنگ پر چڑھنے ماری
 آسمان پر تھی برق چٹک زل
 دوست یہ دونو دیکھ کر یہ سان
 کر کے طے سخت راہ آئے تھے
 اک بلند ہی پہ یہ مکان بنا
 تھا نہایت وسیع و مستحکم
 مالک اسکا تھا اک امیر رئیس
 کام تھا صرف جیلہ سازی سے
 دونوں آدمی لگان وشت طلب
 آندہ بیان آئین اور شدت سے
 ولین ہیبت سی اک سوائے لگی

میں کچھ کوئی لہجہ نہیں
 ہوئی راہب کی بھی بڑی حالت
 چلے میں پانوں تھر تھرتھے
 پر نکلتی نہ تھی زبان سے بات
 عرق شہم میں نہا سنے لگا
 کہ نہ تھا یہ عوض اوسا احسان کا
 سوچا کہ کھوٹے چپ گیا ناگاہ
 ابر چایا افق پہ بدلا رنگ
 مینہ برسنے لگا گئی باری
 چپتے پھر تھے جھاڑیوں میں
 چلے اوس سمت اک محل تھا جہان
 لینے کو یہاں پناہ آئے تھے
 قلعہ کی شان جس سے نہیں پیدا
 ظاہری خوش نمایان نہیں کم
 تند خوبست ہمت اور سپیس
 مہس د تھا میہاں نوازی سے
 دوڑ کر اسکے در تک آئے جب
 لگا پانی برسے کثرت سے
 برق اپنی تڑپ دکھانے لگی

کیا دونوں نے بڑھکے وقی الباب
 دیر تک چنچ چنچ کر بارے
 تب خدا جانے کیا ترس کمایا
 ڈرتے ڈرتے کیا دراوسنے دا
 آج پہلا ہی واقعہ تھا یہ
 گرم تھی اک ذلیل سی گلشن
 داخل اندر ہوئے جو یہ ہمان
 ایچکے جب ذرا سا وہ آرام
 سادی روٹی شراب معمول
 اور جیسے ہی رک گیا طوفان
 حالت اسکی یہ دیکھ کر اسب
 کی عطا تو نے اسکو یہ نعمت
 اس پہ بھی دل غنی نہیں اسکا
 بھی اسکو آدھ پیرین تھی ابھی
 عقل جس سے ہوا ہوئی اسکی
 اسکے ساتھی نے جیسے اپنی
 جو کبھی ملک اس سختی کی تھی
 اب نہ بادل سے اور نہ طوفان تھا
 تازگی پر تھی برگ و گل کی ہزار

کچھ بھی اندر سے پرانا جواب
 تھک کے چپ ہو گئے یہ بیچار
 صاحب خانہ اسکی خود آیا
 گھر میں اون بے گھر دن کو لے آیا
 کہ مسافر پر در کھلاتا یہ
 نگلی دیوار پر جس سے تھی روشن
 پائے گئے گرمی بدن میں آئی جان
 لار کما میزبان نے اس کے طعام
 وہ بھی کچھ داجی ہی داجی تھی
 یہ ہوا حکم اب نہ ٹھہر دیر سان
 سخت چیرت میں تھا کہ مارا اسب
 یہ امارت یہ دولت و ثروت
 یوں سے تکلیف سے لبر کرتا
 بات اور اک عجیب پیش آئی
 اور حیرت ہوا ہوئی اوس کی
 وہ سپیالی نکال سونے کی
 بے طلب اس غیل کو دیدی
 مہر اور فلک پہ تابانی تھا
 تھی ترقی پر نہ ہستہ اشجار

ساعت ابھی تھی وہ سفر کے لئے
 میزبان کو سلام کر کے چلے
 حال لیکن عجب تھا راہب کا
 اپنے ساتھی کے دیکھ کر افعال
 بے سرو پاتہ میں حرکتیں اوسکی
 قابل شرم وہ رذالت تھی +
 دن اسی سوچ میں گنا اوسکا
 پھر ہوئی اون کو ایسے گہر کی تلاش
 آخر کار مل گئی منستزل
 ایکے پوسنے جہاں یہ - وہ مکان
 نہ تو حالت تھی وان فقیرانہ
 پائی جاتی تھی جس سے صاف یہ بتا
 ہے سلامت رومی طبیعت میں
 سچی نیکی کا پایہ بند ہے وہ
 الغرض دونوں خستہ و ذلیل
 خلق سے میسزبان پیش کیا
 سامنے رکھ کے یوں ہوا گو یا
 ”گنجے دل سے شکر رب جلیل“
 ”دینے والا دہی ہمارا ہے“

راستہ صاف تھا گذر کے لئے
 دیا وہ تحفہ نام کر کے چلے
 کہ سمجھ ہی میں کچھ نہ آتا تھا
 اسکو تھا سخت پیچ و تاب لال
 وان رذالت تھی یاں حق تھی
 ناپسندیدہ یہ حماقت تھی
 بڑا گناہ کا پیر ہے پردہ
 کہ جہاں چل کے ہر دین شہا
 ہوا کوشش سے مدعا حاصل
 صاف ستھرا تھا اور عالیشان
 اور نہ کچھ ٹھاٹھ تھی امیرانہ
 کہ ہے مالک بڑا ہی خوشن وقعات
 خود نمائی نہیں ہے طبیعت میں
 اہل حاجت کا درد مند ہے وہ
 ہوئے ادس قصر کی طرف رہ گئے
 ماحضر تھا جو کچھ وہ منگوایا
 ”کہ تکلف نہ چاہیے اصلاً“
 ”کہ دہی اپنے بندہ نکاح کیل“
 ”آز رازق وہی تمہارا ہے“

اؤسکا احسان ہے جو اوسنے رکھا
 ماہِ حُضر جو ہے نوش کیجئے آپ
 یوہین وہ میزبان خوش اخلاق
 کئے یہاں تک بیانِ کرم کے صفات
 ہوئی ناگہ غار کی اُچھٹٹی
 خرابِ راحت کی اُگٹی جو گٹری
 یہاں کے ہر ایک زشت و زیبا پر
 اک طرف کو تباہ ایک گمبھار
 صاحبِ خانہ کا تہا نام و نشان
 دولتِ اوس نیک مرد کی تھی یہی
 نوجوان ساتھ تہا جو راہِ سبکے
 کہ دے بے پاؤں اوس جگہ پر گیا
 کہ کے خونِ یزبان کے دلبر کا
 دیکھا یہ واقعہ جو راہِ سبکے
 الامانِ الحفیظ کا تہا مقام
 اوس پہ طاری ہوئی عجب ڈشٹ
 کہ جب عجب نہ بہا گئے کہ بن نہ پڑا
 ساتھ اوس کے یہ نوجوان بھی چلا
 ایک خادم نے راہ بتلائی

میرے حصہ میں آپ کا حصہ
 نہ لکاف کو دخل دیکھئے آپ
 باتیں کرتا رہا بے اشتغاف
 باتوں باتوں میں آئی آدھی رات
 ہو کے رخصت گیا محل میں سخی
 سب نے بستر پہ استراحت کی
 ڈال دی شب نے اک سیہ چادر
 اوس میں سر تہا کوئی مہ پارہ
 باپ کے دل کا چین مان کی جان
 اور اولاد کوئی اوس کے نہ تھی
 وحشیانہ کیا یہ فعل اوس نے
 اور گلا اوس کا جا کے گھوٹا دیا
 کر دیا گل چہرے اوس گھر کا
 اوس کے ہر شے و حواس جا رہے
 تہہ نہ لے لگا وہ نیک انجام
 ہو گئی زرد و خوف سے رنگت
 خوف سے بہاگ بھی نہ سکتا تھا
 راستے سے کمالِ چیمہ
 چل کے کچھ دور تین مین جہاں آئی

راستہ میں تھی حایل اک ندی
 آگے آگے چلا رہے خد متکار
 شاخاے بلوط سے یکسر
 تینوں ساتھی یہ اوپر ہو کے پٹے
 یہ جوان جو گناہ پر تہا نلا
 بڑے رہبر کے پاس جا پہنچا
 کہا کہ دو تین غوطے پانی میں
 نہری تاب دیکھ کر یہ حال
 تھی نہ باقی جو ضبط کی طاقت
 ابھی اوسنے زبان ہلائی تھی
 اور سے اور ہو گئے اطوار
 اوس جوان کی بدل گئی حالت
 پہلے تھا جو کہ نو جوان حسین
 ہو گئے کپڑے سارے ابلے بہک
 زلفوں میں قدرتی چمک آئی
 پر کل آنے دو نون شانوں پر
 اب سہاں ہی بدل گیا دان کا
 اب توڑا رہب کو ہو گیا سکتا
 بندھی ہو گئی زبان اوسکی

جسکے اوس پاراہ تھی سیدھی
 پیچھے راہب تھا اور وہ نامہوار
 ایک پل بن گیا تہا ندی پر
 گہرا پانی تہا سو جڑن نیچے
 ڈھونڈتا ہی تھا جرم کو حید
 اوسکو ندی میں جھٹ ڈھکیل دیا
 پہنچا وہ ملک چاودانی میں
 ہوا راہب کا چہرہ غصہ سے لال
 بولا تجھ پر خدا کی ہولناست
 بات پوری ہوئے پانی تھی
 کھل گیا دفعتاً در اسرار
 خد ہی آدمی کی وہ صورت
 بن گیا اب وہ ایک مرد متین
 انگ آئی عبادہ چہرہ دن تک
 سنبل خلد کی منک آئی
 ہر انور سے تھے جو روشن تر
 نور ہی نور تہا نظر آتا
 گرچہ پہلے بہت ہی بگڑا تھا
 گم ہوئی طاقت و توان اوسکی

پھر ذرا دیر میں وہ مرد عجیب
 عمر بہر کی تری ریاضت نے
 حال پر تیرے یہ نوازش کی
 چونکہ سب سے بڑی سہ پہ وہ سرکا
 آگیا جو شش بحرِ رحمت کو
 یہ ہوا حکم ایزد باری
 اک زشتہ زمین پر اترے
 میں اس ارشاد کو بجا لایا
 رہا ہر وقت تیری خدمت میں
 مگر اب اس کا وقت آپہنچا
 جو کہوں میں وہ دل لگا کر سن
 مالک الملک وہ حقیقی ہے
 جس قدر کار و بار قدرت میں
 ہوتے ہیں اوسکے اکثر ایسے کام
 کوئی کیا جانے مصلحت اوسکی
 سہی کرنا ہے آدمی کا کام
 کہ وہ چاہے بگاڑے یا چڑھائے
 جو کچھ ان روزوں تک جو پیش آیا
 واقعہ تھا ہر ایک عبرت خیز

لب کشا یوں ہر ابطرِ غریب
 بے ریا زہد اور عبادت نے
 آکے پیش خدا سفارش کی
 نام اوس کا ہے راجم و غفار
 دگن تیرے خشتِ طہنت کو
 دیکھو ہونے دپائے یہ ناری
 رہبری اسکی راہ حتیٰ پیکرے
 شکل انسان میں تیرے پاس آیا
 جیسے خادم رہن اطاعت میں
 کہ کلیلہ تہیہ بہید قدرت کا
 سنگ و سواس پر نہ سر کو دہن
 جسے ہر شے کو جان بخشی ہے
 سب کے سب تابع مشیت ہیں
 جبکہ آغاز کچھ ہے کچھ انجام
 ہے یہیں آدمی کو مجبوری نا
 ہاتھ میں پر اوس کے ہے انجام
 ہر شے غیر از سکوت کچھ نہ بنائے
 اور اب اس سے بڑھکے کیا ہوگا
 بات ہر ایک حتیٰ لال انگیز

<p> رستہ شاکر خد کی مرضی پر تکیہ رحمت پہ او سکی ہو پورا یہاں ہزار ہا سیر و فقیر شان و شوکت بہت دکھاتا تھا سارا سامان تھا امیرانہ تھے ظروف طلا چنے جن پر کر کے اصرار ہے پلاتا تھا دشت رز سے تھا سارا بازو سکو صفہ اپنی نمود تھی منظور پر زہر سیکیہ لے سچ ہر شکاری دعوتوں میں سچ اب ناپائش کم اعتدال اوس کی طبع میں آیا بد زنی جسکو سب گوارہ تھی نہیں گرچہ تھا مالدار و دولت مند تاکہ آئے ذرا حیا اوس کو رحمت حق کا بھی یقین لائے اپنے ہمجنس سے سلوک کرے لے رہا ہے سبق وہ عبرت کا کہ صلہ رحمی کا ہی ہے کوئی شے </p>	<p> لازم انسان کو یہی ہے مگر سعادت میں کرے نہ شک اصلا یاد کر کہ وہ فضل خرچ امیر زر کو جو بے محل لٹاتا تھا جسکے تھے ٹھکانے سامنے شاپانہ تھا سب بجا بیڑ کا عجب گھر یہاں ان کو گویہ لٹاتا تھا بسکہ تھا جام زر پہ ناز اوسکو پستی نیکی سے چھ گیا تھا دور اب بھی کرتا سچ یہاں اندر ہی سچ جو اوس سا غر طلا کا غم یہ چنقصان مال کا پایا اور وہ خود غرض خسیں و دنی جسکا در تھا سافرون پر بند اسلئے جام زر دیا اوسکو کچھ دناست پہ اپنی شرائے کوڑی کوڑی پہ اس طرح نہ مرے دیکھ کر عطا ہے بیش بہا اسب اوسے قدر اسکی ہوتی ہے </p>
---	---

<p> دل سسگین کو اس کے نرمایا نرم قولاد کو ہی دیتے ہیں کر جیسا چاہیں اس سے جھکاتے ہیں بلکہ ستو عین کر جو ششی مہر جسکا دایم تہا بن دگی شیوہ مہر فرزند سے تہا بے تا بو حب دنیا میں تہا خدا سے پہرا عاقبت کی خبر خدا جانے لے لیا دیکے یون جہانگاہ کا فور دیکتا تہا نہ فصل کو میر سے ظاہر اہتمام بغیر وہ لڑکا دیکتا رہ گیا ادھر را حرب دیکھ کر سوے چرخ یون بولا وہ سمیع و بصیر و داناس ہے حکم اس کا ہر اک پہ بالا ہے بہید قدر کے کیسے کہلیائیں </p>	<p> مینے جب اس طرح سے گر لیا یہ طریقہ ہے جس سے آہنگ آگ یہ جس گسٹری دکھا نہیں پر یہ آتش نہیں ہے آتش قہر تیسرا مرد با خدا جو تہا اب بد نئے لگی تھی اسکو خو اس قدر تہا سپر کا اب شیدا کیا اثر ہوتا اسکا کیا جانے پر نجات اسکی حق کو تھی منظور اور کوئی وہاں بے عزت تر ہے اسکو دور سے کاوٹھا تھا لکے یہ وہ ملک ہوا غائب بعد کچھ دیر کے جو دل ٹھرا وہ جرات اور توانا ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے کام اس کے سمجھ میں کیا آئیں </p>
---	---

یہین عاجز ہے عقل اور تدبیر
 غیر ہیس مالک التقدير



پوپ

الگنڈ ٹرپوپ ۱۶۸۵ء میں خاص شہر لندن کے لمبارڈ اسٹریٹ میں پیدا ہوا۔ یہ نامی گرامی شاعر ایک دو تہند پارچہ فروش کا بیٹا تھا لاطینی اور یونانی زبانوں میں اسکی تعلیم معقول ہوئی تھی۔ بارہ برس کی عمر میں اوسنے ایک نظم نہائی پر لکھی جو اسکی ابتدائی فکر کا نتیجہ تھی سولہ برس کی عمر میں اسکی ایک اور نظم شائع ہوئی اور اسوقت سے اسکی شہرت کی بنیاد پڑی اور اوسنے پہلے کے دنوں میں اپنی جگہ کرنی شروع کی بلکہ اسکی ہم فتنوں نے بھی اسکی اس نقش ثانی کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً اسکی اور نظمیں یکے بعد دیگرے شائع ہوتی رہیں مگر ۱۷۱۴ء میں اوسنے ہومر کی کتاب الیاڈ کا یونانی سے انگریزی نظم میں ترجمہ کر کے شائع کیا جسکی وجہ سے علاوہ اسکے کہ اس کا نام آسمان شہرت کا منہ نصف النہار بنکر چمکا اوسکو اس محنت کا قدر معاوضہ بھی اس قدر ملا کہ وہ خاصہ دو تہند ہو گیا اور الیاڈ کے ترجمہ کے حق تصنیف کو پانچ ہزار پونڈ کے معاوضہ میں ایک پبلیشر نے اپنے نام جبری کر الیا جسکی مقدار کہ قیصری میں اتنی ہزار روپیہ کے قریب ہوتی ہے۔ اسی رقم سے اوسنے ٹوکیو نام میں ایک ذاتی مکان خرید لیا۔ الیاڈ کا ترجمہ ختم کرنے کے بعد اوسنے کتاب آڈسی کا ترجمہ کیا اور اوسمیں بھی اس کو تقریباً سبقت دے کر شائع ہوا۔ ۱۷۲۹ء میں پوپ نے لارڈ بوئیچرک کی فرمائش سے ایک اخلاقی نظم لکھی جسکا نام ان اسے آن بیان (الانسان) ہے اس نظم نے تمام دنیا میں ایک کھلبلی ڈال دی اور اس سے اس قدر اسکی شہرت اور

ناموری ہوئی کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اسکے بعد اوسکی اور بھی بہت نقلیں شائع ہوئیں جنکی تفصیل واریان کرنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اور نہ اسکی گنجائش ہے۔ ۱۲۲ھ میں ۵۶ برس کی عمر کو پہنچ کر الگ نظر پوپ اس جہان فانی کو خیر باد کہہ کر بخمانی ہو گیا اور اپنا نام سہرے حنون میں لکھا ہوا صفحہ ہستی پر چڑھ گیا۔ جو اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں یہ ان اسے ان میان کے چند تمہیدی اشعار کا ترجمہ ہیں۔

قسمت

<p>غور و آؤ پیشہ ہے یہاں کے بکلا ہون کا مال زیست بس یہ ہے کلانی زائچہ فانی مقاصد پر نہیں لیر کو کچھ پہنچ اپنی ہستی کے یہ جہ وہ مانع جبین سب و حنظل ساتھ پلوتی ہیں کہ نامہ نظر اچھی جبری ہر شے ہو دنیا کی د کسین اوج منازل دیکھیں گے عالی خیاون کا کسین بر عقل کی راہیں کسین رستہ حقائق کے میان خالق و مخلوق جو رشتہ ہے قائم ہے نہیں ادک ٹیوہ اس جگہ بر عقل حیران کا اوسی حد تک ہو گا جو اوسکی حالت ظاہر وہی اجزائے عالم کے تناسب کے جو عار ہے وہ جو آگاہ ہے اجزائے عالم کے رابطہ سے</p>	<p>نہ کہا دنیا کا غم بچان بچہ ہے شاہزاد کا ہمارا کام ہے انکار حال نفس انسانی ہر سارے رستے کو پہنچ درج اپنی ہستی کے یہ وہ صحر ہے جہین خار و گل کیساں گلشن ہیں جہین لازم ہو پیکان بر کرنی بارغ و صحر اک چہا راستا کسین طباہی کا دزدیدہ چاؤ نکا نظر آ جائیگر نقشے کسین انسان کی نظر سے کے اہن یاں گاہ ہنسنا گاہ رونایو ہیں دایم ہو خدا کا بہید ہو یا راز ہو ناچیز انسان کا اگر ہم ہوں ہی کچھ ماہیت انسان ہو ماہ وہی جو عالم انسان کی ماہیت سے واقف ہے وہی آہن جو رزق و رزق کے ضوابط سے</p>
---	---

وہ جو ہے آشنا مخلوق سے ہر ایک عالم کی
 جہم چاہیں کرین تنقید ہر انسان کی فطرت کی
 رہ زنجیر طلا جس سے بند ہا شیرازہ عالم کا
 اری مغرور انسان تنجھ کر کچھ فکر اسکی ہے
 تو پہلے اگر تر ہو امکا نین ہوا غور کر اس پر
 نین تو ما دو گیتی سے یخفتی کر پہلے
 نین کیوں ایک سے آخر ہر اجرام فلک سار
 مسلم جانتے ہو کر گل صنت مائع
 کہ ہر شے عالم ارکا کی اولیٰ خواہ اعلیٰ ہو
 رہا انسان پر جب ہی اک مخلوق داور ہے
 مگر اک عقدہ حل ہونیکور ہونا ہی باقی
 بہر حالت اگر نقصان ہی تسلیم کر لین ہم
 کرے کام آدمی ہر چند با صد علم و ہشیاری
 مگر وان ایک کن سے سب نور و بود عالم
 یو ہین انسان ہی جو با بظاہر ہے افضل ہو
 اسے ہر چند حاصل سر بلندی سر فرازی ہے
 اگر اسپ تو ہی ہر یک کو اسکا علم ہو سکنا

مشیت بس تابا سکتا ہوہ تخلیق آدم کی
 بہت دشوار ہو ایک جزو علم کل بہ ہر حاوی
 خدا کے باہر ہا شہین ہو اسکا سر شہ
 کہ کیوں ایسی مخیف اور کم بضاعت تیری ہے
 کہ خالق نے نکلی کیوں تیری حالت سے افضل
 و خزان نادر کیوں بڑو ہین چوٹ پور ووشے
 تو اسے ہو لی کیوں خلق چوٹ قدین سیار
 تو اسکے مانتے ہین امر ہے ہر کون مائع
 محل پراپنے ہے موضوع جیسا اسکا رہا ہو
 مقرر واسطے اس کے کوئی درجہ مقرر ہے
 کہ آیا اسکی خلقت ہین کوئی نقصان فطری؟
 تو وہ ہی عین حکمت ہو گایش خالق عالم
 ہزاروں کو ششونین ایک پوری ہو ہر سواری
 پھر اسپ ہی مؤخر ہے کوئی مقدم ہے
 خدا جانتے کہ کس عالم ہین کون اس سے ہی اول ہے
 محیط کل کا لیکن ایک نقطہ یہ مجازی ہے
 کہ انسان کیوں ہو ہر شے اسکی اطاعت کا

۴۰ قدیم سمیرون کا یہ خیال تھا کہ کل نظام عالم ایک طلائی زنجیر سے بند ہا ہوا ہے اور اس زنجیر کا سر زمین
 خدا (یا سب سے بڑا دیوتا) کے ماتہین ہے۔ مترجم۔

جود یو تا مضر لو لکایہ سہجہ سکتا باسانی
 تو بہر انسان بھی کرتا رک کچہ اپنی حقیقت کا
 عجیب کیا اختیار و جبر کا احساس کر سکتا
 کسی لیکن سہجہ کی یہ جیسے سہما ہے تو خالی
 کہ کہہ کر کہ ناقص آدمی ہے اور خدا غافل
 پر اسکا دشمن اتنا ہو جو ہے حیثیت ایک
 کسی پر کب عیان ہوتا ہے مفہوم غفلت
 فرشتہ ہو کہ انسان ہو نہ بھارا زہن ان کو
 نہ بڑا بار ہوئے دیتی ہرگز یا کئی طیفانی
 وہ بہوئی بھائی بکری کل کر کے گاؤں تو جی
 حوی آزاد یون کے کس طرح لے ہو کر یون غافل
 نہوتا در میان میں پر وہ گر حایل شیت کا
 سوا اللہ کے کب کوئی دانا اور بینا ہے
 اسے معلوم ہو عالم کی خوشحالی و بد حالی
 ہوا آدمین کرتا ہی ناخن عرش پر دازی

کہ جائز کیون ہے اس پر قلب رانی اور قربانی
 نمود و بود کا جذبات کا خلقت کا طینت کا
 ہوا کچہ تو عبودیت کا اپنی پاسس کر سکتا
 ہیں انسان کے حق میں جو علاج درد ناکا ہی
 نہیں ممکن کہ ناقص ہو خدا کی صفت کامل
 ہے نقطہ اسکی جو لڑنگاہ لمحہ فرصت ہستی
 مگر اوتنا کہ ظاہر کر دی پیش آئی ہرئی حالت
 زود انسان کی قسمت کو تیرے تقدیر جبر ان کو
 مشیت گر نہوں پر وہ مار سہ ہنپانی
 کلیلیں کیون کرے آج اس طرح اس سودا فتنہ
 جو سمجھ جاتی ہو مانتہ جودہ او سکا ہو غافل
 بہت دشوار ہر جان تحمل بان کی حالت کا
 کہ جسکے علم میں اسے فتنہ کا بھی مرنے جینا ہے
 ہوسر سہری گلستان کی کہ سہری کی ہر پامالی
 خدا علام ہے جلانی ہر اس کو کب یہ غمرازی

سعادت اور فضیلت دین ہو خلاق عالم کی
 جو قسمت میں ہر آگے پہنچ کر حاصل ہو ہی جائے گی

۱۰۰ بیل - منظر نو لگا ایک دیوتا ایسے تاج کی مروت سفید بل کی چوٹی میں - منتر جہ



گولڈ اسمتہ

ڈاکٹر آئیور گولڈ اسمتہ، شاعر، مورخ اور مصنفین نگار ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوا۔ یہ ایک پادری کا لڑکا تھا۔ ٹولین، لیڈن اور ایڈنبرگ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی تھی اور طبابت کے لئے تیار کیا گیا تھا لیکن وہ اپنے مزاج کی وجہ پر والی اور فطرتی عرافت کی وجہ سے ہمیشہ اپنے ہاتھ سے معیتوں میں رہتا رہا اور اپنے دوست احباب کو بھی ایسی لالہ بالی پن سے پریشان رکھا جس وقت وہ تمام یورپ کا سفر پایادہ کرنے کی ارادہ سے نکلا ہے اوس وقت اسکے پاس ایک قمیص کے علاوہ کچھ بھی کڑی ہی نہ تھی مگر اوس سطر سے اوسنے فلائڈ ریس جرنی اور فرانس کا سفر کیا۔ جہاں پہنچتا وہاں کے وہ قانون کا مدان ہوتا تھا۔ اور اوس صہاندری کے معاوضہ میں جرمنی فلورٹ (بربط کی قسم کا ایک باجا) بجا کر حسین اوسکو اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا اوسنے تک کو اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ ۱۸۵۵ء میں وہ پہر انگلستان واپس آیا اور ڈاکٹر کے کی اعانت سے جو اوس کا قدیم دوست اور وطن نسا پیکہام کے کسی مدرسہ میں معلم مقرر ہو گیا۔ مگر یہاں ہی اوسکی طبیعت نے رہنے نہ دیا اور وہ لندن چلا آیا اور رسالوں کی نامہ نگاری پر گذر اوقات کرنے لگا ۱۸۶۵ء میں اوسنے ایک نظم ٹراولر (سافر) کے عنوان سے شائع کی جسکی نسبت ڈاکٹر جانسن جو اسکے ہم عصر تھے لکھتے ہیں کہ ”پوپ کے بعد سے اس وقت تک ایسی نظم نہیں ہوئی“ اوسکے دو سب سے سال اوسکا مشہور و معروف ناول وکرا آف ویکفیلڈ شائع ہوا سب گولڈ اسمتہ کی حالت کی قدر درست ہو چکی تھی اور اتنا ہو گیا

تھا کہ اوسنے ٹیل ٹیل میں ایک مکان ہی کرایہ سے لے لیا تھا لیکن پہر ہی بیانی
 کے ساتھ ہی قمار بازی کا بھی اوسکو ایسا بڑا چمکا پڑا تھا کہ ایک دن آسائش سے
 بے سر نہیں ہوئی۔ علاوہ ڈراموں اور کتب تواریخ کے مشعلہ میں اوکی ایک اور نظم
 ڈیزرٹڈ لیج (اوڈیو کا قانون) کے نام سے چبی چبی کی نسبت سمول ناڈر لکھتے ہیں کہ
 ”وہ ایسی نظم ہے جسکی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی“ اگرچہ ناڈر اور جانسن کے یہ
 تعریفی فقرے ایسے ہیں کہ جو ہمارے ملک کے ہر شاعر کے لئے ایک معمولی تعریف
 کے طور پر استعمال کئے جاسکتے ہیں لیکن اون ملک میں جہاں کے طبائع کو
 جو ٹی تعریف کی بہا ہی نہیں لگی ہے وہ اونہیں معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں جیسے
 جو انکا اصلی مفہوم ہے۔ اور واضحی بات یہ ہے کہ اگرچہ گوڈاسمیت کا نظم کلام
 شکر کی نسبت بہت کم ہے لیکن فطرت نے شاعرانہ قابلیت ہی اوس میں اسی پایہ
 کی دی تھی جیسا کہ وہ اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا۔ انسانی سوسائٹی کی حالت کا جیسا صاف
 اور سچا نوٹ وہ سسٹیکر سادے اور بے تصنع الفاظ میں کہہ چکا ہے اوس سے
 بہتر خیال و خطا کوئی مصور اپنی تصویر میں ہی نہیں دکھا سکتا۔ گوڈاسمیت ۴۴ برس تک شاعر
 میں ۴۶ برس کی عمر کو پہونچ کر فوت ہوا۔ اوسکی تصنیفات میں تاریخ یونان - تاریخ
 روم - انگلبرہی - تاریخ الارض والہوائیات - تاریخ انگلستان - خطوط اولمپین
 اور کلیات نظم و نثر ایٹک انگریزی دان دنیا کو مستفید و متفقہ کر رہے ہیں
 غور نہایان بھی اوس کی ایک نظم کا ترجمہ جس کا نام دی ہر مٹ ہے وہ کیا جاتا
 ہے اگرچہ ان خاص خوبیوں کا اندازہ جو اوسکی نظم میں ہیں ترجمہ سے نہیں
 ہو سکتا تاہم ناظرین اوسکے مضامین سے ضرور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

راہب

دیکھو ادھر اسے راہب صحرائین نکلتا دہان جہان وہ شمع روشن کر چکی دھشت کو	رہبری کر میری اس صحرا سے دشمنان کین جانف از جگہ تو اس جا دشمنانک میں
یکہ دستار میں رہ کر وہ پہنا ہون تباہ پاؤں ایسے شل پہنے گئے نہیں کٹی یہ باہ	شک گیا ہون اس قدر اسب اٹھنے پہنچ گیا دست صحرائی پر سے گویا مبدم
دل قوی رکھ کر ان بولا وہ مرو نکلات شع سچا کہ جسے تو یہ وہ غول بد صفات	تا کہ اس کا شغفہ خاطر کو چوٹا دے اس اک ذرا تجکو وہ ہو گا دی رہا ہی تاکہ دے رہا بہلا
ہر سا فرادہ جہنم کی خاطر ہے یاں گو سہر و سامان آسائش مجھے ملن کرنا	سیر اور دوا دہ کھلا اور میرا گھر مہمان سرا چشم پوشی میاں سے پر زمین رکنا روا
گر مناسب جان میرے ساتھ کر یہ شب بھر ٹوٹا پھوٹا ک پانگ لے رو کہ اس کا حاضر	تجکو شاید دیکھے آرام کچھ یہ جو پڑی یہ یہ سامان ضیافت اور دوا رویش کی
دشت میں پہرتے ہیں گو ازا دلا کہ ہن جانور تا با مکان جسم کرنا ہے زبان حیوان پر	پر شکار دلا کہ کسی دل سے خوش آیا مجھے رحم چکرنا ہے مجھ پر اوسنے سکھایا مجھے
قدرتی یہ باغ لیکن جو ہے زیر کو ہزار بین یہ جو کمن و سلوی سے زیادہ خوشگوار	روز بلجائے ہاں سے با سے راق بے منت بھر اور یہ آب صاف اس چشمہ کا کانت مجھے
دوسری دنیا کی جہنم یہ زحمت ہی جہنم مختصر سامان یہ وہ بان جکی حاجت ہے جہنم	اسی مسافر دو کر دی رکے اب فکر تمام اور یہ وہ مختصر ہی چند روز آگے گا کام
کی سیحائی وہ اس جادو بہری تقر پر سے	جی اوٹھا سکر جسے وہ پانگتہ دی وطن

خاندان درویش کا رستہ لیا رکھ گئے	دل ہی دل میں کرتا تھا شکر خدای زود ہوا
دور آبادی سے کوسوں پہنچ جنگل میں پہا	تہا بنایا جوڑا لک دھوپ پانی کے لئے
دیتا تھا آن بہرے ہنگامہ جرات کا نشان	تھا لکھ بے حد یہ جنگی مہمان کے لئے
تہا مہمان انبار خانہ نہ خراہ تھا کوئی	جنگی خاطر حاجت بہ بان کی ہونی اختیار
مثل آغوشش تھا در کھلا تھا ہر گھڑی	تھا لکھا سودہ ہر وہاں اگر مسافر کا مزاج
وقت اب وہ ہر کو فارغ ہوئی اہل کار و بار	کوئی سوتا ہے تو کوئی قصہ خوانی میں ہر محو
دیکھنا لیکن بہار راہب خلعت شمار	اسے پیار ہے انکی میزبانی میں سچہ محو
خشک گھر میں بے پختہ سداؤں تر خوان پر	چنگے کھانے کے لئے اصرار ہے بہمان کے
حالی پر ہی ہے کبھی پڑھنا کبھی اشعار	گاہ ہے کچھ گانا گانا سداؤں کی کسی خزان سے
گرچہ یہ بزم مبارک سے تکلف سے بڑی	ہر طرف ہے ساتھی آنکھوں کے قدرت کا نشان
شیعہ و بدو اندک لاگ اور جینگو کی راگنی	ایک جانب گر بسکین کی بہن خوش فہمیان
یہ مسافر تھا مگر کچھ دل گرفتہ اس قدر	کر نہیں سکتی تھی کوئی چیز اس کا غم غلط
فکر کی گالی گشتا چھائی تھی ایسی غلب پر	پہرے کر رہے تھاکا آخر کو وہ نہیں غلط
دیکھ کر مہمانوں کو اپنے اس قدر نامد و گہین	فرط ہمدردی سے بولا راہب ز فتنہ خال
بول کچھ مدد نہ سے ایچوان کیون ہی نہیں	تجربہ کیا گزری بنایا تو نے کیون اپنا رہا
نازدقت سے ہوئی تھی پرورش شاید نری	اور اب قسمت نے جھجک کر دیا غم بے نصیب
یا کسی کی طرف دیکھی دوش میں دشمنی	یا غافل نے کیا عشق کے آفت نصیب
ماہ و خورشید ان مقدر جو دکھاتا ہی نہیں	اوتھنے بڑے کرکڑی شہر کی حقیر اور بے ثبات
اور اس خالی سہرت میں کھلے آنا جنہیں	ہے زیادہ اس کی یہی سرہم آدمی کا نشان

دوستی دراصل اسم اپنے اسمی کا ہے نام یادہ سایہ ہے جو ہر ہر اولت کے مدام	یا کہ جو بڑی نقل ہے اک دل لبائیکے لئے چوڑی مغسک کر چا آنسو بہائے کیلئے
عشق ہے کچھ ایسی ہی بڑی کچھ ایسی ہی جس کا دشواری سی ملتا ہے زمانہ میں پنا	اچھل کے خوب رویہ نکلا ہے جو حسن مذاق ہاں مگر کچھ ناغہ سے لئی ہو کو خاق
ای گل نور نہ کیوں ہی دگر نہ غنچہ سمان چرنمک اوٹھا نہ کر تقریر اوٹکا پیا رہسان	چوڑی این بیرونابہ خو حسینہ نکا خیال شہر سے دکلادیا چہرہ کا اہل خط و خال
اب کوسے پیش نظر رہا ہے کچھ سامان اور غارض نگاہوں وہ دکلانے لگے پشیمان اور	دیکھتا ہے ہو سکے حیران باغ نازہ کی بہار دیکھ کر جبکہ شفق ہی ہو سحر کی شہسار
وہ نگاہیں شرم اور اور وہ سینہ کا آبہا جب اٹھا ہو کر کا پرہ نگلیا انجام کار	چشم بین بیٹابی دل ور ہے انشائی راز تھی وہ اک درخیزہ نازک بدن مسرت ناز
بولی وہ کعبہ اوس مسافر کا تصور ہو ن غل گس آئی کیوں ایسی جگہ میں روشن	جس کہ آفت دیدہ ہے سہجہ سہجہ روبرو گراہی ایک مرد باغدلی جس کہ خلوت گاہ ہے
رہ کر بعد اوس درخیزہ کی حالت پرتو چشم حیرت سے جو ہے جو یاکوت چارو	عشق سے چمک گیا گمراہ اور صحرانور بر زمین جریاس و نو میدی کیسک اور
میر سے والد کی رئیس اک صاحب ای مثال ۱۱۔ اضافہ شکر کر نزدیک ناچار ہے لیکن میری رائے میں اس کے مرفور کی یہ قید ضرورت سے زیادہ سخت ہے	جنگلی تھی دولت ہر واقع لب دریا سے شری

دوسری اولاد تھی میرے سوا اور کوئی نہ آئی	جس سے رونق نگر کی ہوا نکلو نکلو نور اور لگو لگو
جمع رستہ رات دن صد ہا جو انان بین	اوس کے آغوشِ محبت سے چڑا نیکیو مجھے
میرا دم بہرے تھے سب لیکن خبر اسکی نہیں	تساوہ الفت کی بنا پر یاد کسانے کو مجھے
دیکھ لے جسکو چلا آتا ہے اک شخصہ لے	تا کہ جلدی سے ہوا اپنی آرزویں کامیاب
ایک اڑون نام کا ہی نوجوان تھا لیکن	جسکو تھا اظہار الفت سے سدا ملنے حجاب
تھی نفرت حاصل اوسکو اور نہ دولت تھی	سادگی تھی رخصت میں تھا سادہ دل سارہ مزاج
ہاں مگر اک دولت عقل و شرافت پاس تھی	اور یہ دولت وہ تھی رستہ چکی جھک احتیاج
ساتھ میرے جب لکل جانا تھا وہ لگا شت کو	اور غزل گانا تھا کوئی عاشقانہ دور و رنگ
عطر بیز آغاس کرتے تھے معطر شرت کو	اوس کا گانا سننے کو یا مست ہو جانا تھا کیا
کہتے ہیں کہ کرو اسے نازہ منچے ہر صبح	سچے مرصع کا رشتہ ہم سے تھا سہ گن تمام
پر زمین سے کوئی شے پر آب اور پاکیزہ تر	اوس کے قلب صاف سے لے ہر سری کا جو کر نام
شبنم و گل باجنگ ہیں ارغی باغِ جہان	سبکو منظور نظر ہے جس کا حسن ہے بے ثبات
لطف اوٹھا یا اوس نے اذکر حسن کا اور بہرمان	وایمی اندر وہ سے جھکوند لگا اب بخت
کیونکہ پہلے فکر تھی تھی یہ راز و شب مجھے	جیسے ہر قلوب میں اپنے اسکو لانا چاہیے
حال اوس کے عشق کا لیکن کٹلا جب تب مجھے	دل لگی سوچی کہ اس کا دل دکھانا چاہیے
کر دیا باؤس جب میرے غم و ناز نے	جاسے اچھے مرئین ہوا آخر کو وہ عزت گریں
جان دی کس سبکی میں آا اوس جانا نے	چوڑا کر چھو عذر حسن کا میرے رہیں
تھی خطا میری اوٹھانے ہوئی گدہ بھی مجھے	جان دیکر ہے بہکتی اب مکافات عمل
اور سکا سحر اوسکی عزت ڈھونڈتی ہوئی مجھ کو	آج سوتا ہے جہان وہ میں ہی دانا سوئی گل

قبر سے بہترین کوئی مکان میرے لئے یہ تو ظاہر ہے کہ وہی اٹوٹن جان میرے لئے	اوسکے مدفن کی برابر ہوگی میری قبر بھی حیف ہے دنیا میں بعد اس کی جو زمین جتنی بھی
یا خداوند! کیا رہ گئے استغوا ہے اوسکی گستاخی پر آئے ہی کو نہا غصہ ہے	اور چھٹ کر انہی سینہ سے لیا اوس کو لگا بول اٹھا اتنے میں راہنہ کھنڈا اٹوٹن تھی
میری پیاری بھلی نازا حیات روح روان میری جان و دل کی مالک دن بڑا خانان	عاشق کمر گشتہ تیرا دیکھ یہ موجود ہے مل گیا ہر تجھے شکر خالق معبود ہے
آمری پیاری لگا لون اپنے سینہ سے بھجو اب نہیں طاقت جدائی کی بہت حد مرستے	اب تو دل سے دور ہو بیخ و دم دور و فراق اگر سب کا مرض عشق کر عہد و وثاق
گر خدا چاہے تو ہرگز اب نہ ہو گئے ہم جدا	ہو گی باقی عمر اخلاص و محبت میں بسر

مہربان تم ہم پر ہم ہوتے رہیں تم پر فدا
رہی دیکھ آج تک اب ہو گی راحت میں بسر

لٹن

اڈوڑڈ جارج اول لٹن سیرن ۱۸۵۵ء میں بمقام ہٹن ہال نارنگ پیداموا۔ یہ نابوٹ
ڈرامٹسٹ۔ شاعر۔ مضمون نگار اور پالیٹیشن۔ اپنے عہد کا یکتا سے روزگار سمجھا جاتا
تھا لٹن کی عمر اسی دوہی سال کی تھی کہ اوسکا باپ دنیا سے گزران سے سفر گیا اور
اپنے ہونہار بیٹے کو اوسکی شفیق اور لائق مان کی نگرانی میں چھوڑ گیا۔ اوسکی مان نے
اوسکو خانگی تعلیم دلائی اور کبھی پبلک اسکول میں شریک نہیں کرایا۔ چنانچہ انہی مضامین
میں اکثر تعلیم مدارس کے مفاد و مضار کی نسبت بحث کی ہے۔ بلاشبہ اوسکی خانگی

تعلیم ایسی مکمل ہوئی تھی کہ اوسنے پندرہ ہی برس کی عمر میں ایک مجید نظم مستطاع میں
 شائع کیا اور سلسلہٴ عین اوسکو ایک نظم کے جلد میں دارالعلم کیمبرج سے تقدہ حاصل
 کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ چند ہی روز کے بعد اوسکی نظمیں اور نادون نسخہ مسدود
 شہرت اور ہر دور عربی محافل کی کہ وہ ہر درجہ اور ہر ذائقہ کے آدمی کے ہاتھ میں نظر
 آنے لگیں۔ اور لٹن کا شمار ہی اپنے زمانہ کے اعلیٰ طبقہ کے مصنفین میں ہو گیا
 ۱۸۳۳ء سے لٹن نے علاوہ ان اشغال تصنیف کے ایک رسالہ (دی پرتھلی)
 کی ایڈیٹری اختیار کی اور سلسلہٴ عین اوسنے خود ایک ماہوار رسالہ (دی تھنی کریٹیکل)
 کے نام سے جاری کیا کہ یہ پرچہ معلوم نہیں کن اسباب سے بہت جلد بند ہو گیا۔ مختصر یہ
 ہے کہ لاٹن نے برابر پچاس سال تک اپنے قلم اور مدق سے کام لیا اور پچاس
 مختلف تصنیفیں چھپ کر ۱۸۶۳ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور مصنفین کی انیسویں
 پڑیا میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام طلائی حرفوں میں لکھا ہوا چھپ کر گیا۔ ذیل کی نظم اسی کے
 سخن کے لالی ابدار کی ایک بابی ہے جس سے اردو زبان کے خزانہ کو عروست
 دی جاتی ہے۔

زندہ دلی

مطلوبہ کثیف منظر صحرائیا ساسنے	میں گشت کر رہا تھا ہارون کی راہ میں
ہمراہ ایک طفل تھا بشاش و شاد کام	کچھ ابتیاز جسکو نہ تھا واہ و آہ میں
مشغول گیل کود میں تھا طفل خندہ دل	ڈوبا تھا بے پروا نفس کے چاہ میں
چاہا ہوا تھا ابرالم میرے قلب پر	اب تک نہیں تھی انکس کوئی چشم سیاہ میں
ایک پہل ایک پنا اور ایک کفکری لئے	وہ طفل خوش تھا پا کے غنیت بے در میں

دولت بر او سکے حق میں نہیں ایسی گران بہا
 ہر بار دوڑ دوڑ کے آتا تھا پاس وہ
 پر اس قدر دماغ کسان نہا کہ اس گٹری
 یہ بھی نہو سکا کہ ملاست کروں اوسے
 مجبور ہو سکے میں متوجہ ہوا او دہر
 رہبر سے اپنے کہنے لگا تب وہ طفل شوخ
 شہر دے سارے شہر میں علم و کمال کا
 ایک نور ابراہ کرم انکو کیا ہیں یہ
 دیکھا جو میں نے سیکے بلقر براوس طرف
 جہیز میں وہی نہیں معدن حکمت نظر میں اب
 نہا فلسفہ لکھا جو علم نبات کسا
 دیا تھا اگلے وقتوں کے طوفان کا پنا
 میا کہیں بن رہی یہ ہنگ لعل دور
 ایک ایک سنگرزہ ہے تیار بخروزگار
 قسط کا بے بہا یہ خواند سب اسطرح
 لیکن طول دل کا جہان میں بزرگ ہے
 اسے وہ کہ جسکی نعمتیں دنیا میں عام ہیں

تھی سلطنت ہی بڑے کچھ جواو کی نگاہ میں
 اپنا خزانہ مجھ کو دکھانے کی جاہ میں
 دلچسپ بیان ہوں کچھ مجھے ننگ گیاہ میں
 اتنی ہی تھی رکمالی در قلع سیاہ میں
 دونوں کے دونوں ہم گئے اک خط راہ میں
 عزت بہت نہادی ہے سکی نگاہ میں
 سب دم نہا رہتے ہیں ہر درگاہ میں
 ماہیت انکی سہو گئے غم اک نگاہ میں
 بس محو نہا نظارہ صحنہ الہ میں
 جنگو گلو نے سہما تہا میں اشتباہ میں
 اوس اک ذرہ سے صفحہ برگ گیاہ میں
 وہ سنگ جم کے سخت ہوا تھا جزاہ میں
 گو کس پر سہو فتنے ہوں حال تباہ میں
 اکبر کے صفات ہیں ہر برگ کاہ میں
 اطفال پر ہے وقف سرت کی اہ میں
 رہتا ہے محو اپنے ہی حال تباہ میں
 رکھتا نہیں قدم کبھی غم حبیبی راہ میں

سمجھ رہی کہ تیرا شکر ہوا مجھے کچھ ادا
 ہر جہلوہ گر جو نور سرت جباہ میں

مانگومری

جیسے مانگومری ہم فروری ۱۸۷۷ء میں بمقام اردن (ایرٹیر) پیدا ہوا۔ اوسکا
 باپ ایک معمولی حیثیت کا مشینری یعنی پاوری تھا۔ ضروریات دنیاوی کے لحاظ سے
 مجبور ہو کر وہ بیٹے کو یارک شیرمین چھوڑ کر ولسٹ انڈیز کو چلا گیا باپ کے ساتھ مانگومری مان
 سے بھی جدا ہو گیا۔ افسوس ہے کہ یہی سفر اوسکی والدین کا آخری سفر ہوا اور گردشِ زمانہ
 نے اوسکو اوسکے آخری دیدار سے بھی محروم کر رکھا کیونکہ دو ذوقِ میان بیوی اسی
 مسافرت کی حالت میں اپنے اکلوتے ہونہار بیٹے کو یتیم چھوڑ کر باہمی عدمِ ہوا۔
 اگرچہ اوسکی شوخ طبیعت نے بارہ برس کی عمر سے اوسکو شاعری کے دشتِ ارغزار
 راستہ پر لگا دیا تھا۔ لیکن اسے اسے ناداری جیسے ہمارے بہرہ کے قدرتی
 قابلیت کے جوہر کو گرد گنتی میں چھپا رکھا۔ اور یہی نہیں ہوا بلکہ اوسکو اسکا موصوفی نہیں
 ملا کہ وہ اس مادہ قابل کو اتنا اسے عمر میں کچھ ترقی دے سکے۔ مجبوراً اوسنے ایک دوکاندار
 کی نوکری اختیار کر لی تاکہ قوتِ لایحوت کا سہارا ہو جائے مگر جب اوسمیں گذر نہیں ہوئی
 تو وہ اپنی نظموں کے حقِ تصنیف سے نفع اٹھانے کی امید میں شہرِ شہید میں آکر
 رہا۔ پہلے جس کتب فروش سے وہ ملا اوسنے اوسکی نظموں کو لینے سے توانکار کر دیا
 لیکن اوسکی حالت پر رحم کیا کہ اوسکو اپنی دوکان کا کارپرداز مقرر کر لیا۔ چند روز کے بعد
 اوسنے ایک دوسرے کتب فروش سٹرگیلز کی ملازمت اختیار کر لی۔ یہ ایک اخبار
 کا پرہیزگار تھا جسکے باعث سے اوسکو مضامین لکھنے کا خوب موقع ملا اور جب
 ایک باغیانہ مضمون لکھنے کی وجہ سے سٹرگیلز کو قرار ہوا جانا پڑا تو مانگومری ہی

اوس پرچہ کا ایڈیٹر اور پیشہ بن گیا جس کا نام اب اوسنے بدکر خفیہ ایڑس رکھا۔ اس پرچہ میں اوسنے اس قدر آزادی سے مضامین لکھے کہ اوتنی پاداش میں جرمانہ دیا اور قید ہو گئی اور خدا جانے کیا کیا مصیبتیں اوتنی طرین مگر اوتنی انصاف دوست طبیعت پہلک کی طرف داری میں اپنا فرض نبھی ادا کرنے سے کہی بیڑنا اور بدست حاضر میں ہوئی۔ اگرچہ اوسکی زندگی میں رولہ ہویشہ اوسکی مخالفت پر آمادہ رہا لیکن مرتے کے بعد عام طور سے دلوں میں اوسکی سچائی اور راستبازی کی عظمت نے اپنا گھر کر لیا۔ اوس کی شاعری نے بھی بہت اچھا فروغ پایا اور پہلکے جیسی چاہیے تھی ویسی ہی اوسکے کلام کی قدر کی۔ اسکی زندگی کے حالات اس قابل ہیں کہ وہ پڑھے جابن اور پڑھا جوان اون سے سبق حاصل کریں اسکی سوانح عمری سات جلدوں میں لکھی گئی۔ پیرچس فہرست لکھنے کے لئے بھی اس مختصر مجموعہ میں گنجائش نہیں پائی جاتی۔ ذیل کی نظم میں جس خوب کے ساتھ اوسنے دنیا کی بے ثباتی اور انسان کی ضعیف البتائی کی تصویر کشی ہے اس سے بہتر ہونا ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔

آدنی

کہتے ہیں اگلے وقت نہیں تھا ایک آدمی	لیکن وہ کہا تھا کون تھا اسکی خبر نہیں
پر جس طرح ہیں ہم میں بد و نیک آدمی	باتیں جب اوسکی ایوں ہی کہلاتی جلتی تھیں
مولد ہی سے تھی اوسکے کسی کو تراکسی	بد فن ہی کا نہ اوسکے جہان میں بچہ کچھ پتا
معلوم ہے پراتنی حقیقت رہی سہی	اوسکا نشان صفحہ سہمی سے مٹ گیا
یہ جانتے ہیں ہم کہ مرست بھی رنج ہو	رہتے تھے اُسکے قلب میں ہم درج ہو

پر راحت و مصیبت و عیش و طلال کی	کیا ہر خبر شے وہ ہر آفتا کے ساتھ
اعضا ہی نبش ہی حرکت میں ہر روز و شب	محسوس ہوتے ہیں جذبات دلی تمام
بے شمار حالتیں بھی گزری تھیں اور سب	ہر کیفیت ہر ایک بشر کے لئے ہے عام
تکلیف اور آسانی اونی۔ پر وہ دن گزر گئے	آرام پایا۔ پر وہ زمانہ نہیں رہا
اجاب ہی تھے اسکے۔ مگر سب مر گئے	جو مدعی تھے۔ اور لگا لگا نا نہیں رہا
عاشق تہادہ۔ پر کچھ کچھ بکھر نہیں	جو دم گزرتا کون سے اب اس کا راز دار
معشوق اور سکا۔ مان بہ لپٹ کر کرتا حسین	پراوسکا حسن کر دے سکا رقصا کا دار
وہ دیکھتا تھا سب ہی۔ جو دیکھتے ہیں ہم	ان ساری رحمتوں کا تھا اوکو ہی سامنا
جو کہہ ہیں ہم۔ یہی تہادہ۔ اس سے سوا نہ کہ	اب اس کو پیش ہے۔ جو ہمیں پیش آئے گا
یہ گردن زین زمانہ کی یہ روز اور یہ شب	یہ عمر و مادہ و گوشت و کھاد بجا وارض
لطف ان کا تھا جہی کہ بہتیں تھی ہر جب	پر ہر بر خاقت من کب سدا تھی فرض
یہ وہ پوپ اور یہ چاندنی یہ اکبر اور سی	پہو پچائے تھے جو روح کو اس کی مسترین
بہو لے سب ایسی یہ بھی نہیں پوچھنا کوئی	کیا اس کو پیش آئیں۔ مگر یہ مصیبتیں
صفحات کا زمانہ اولاد و بوالہ بشیر	دیکھتے بہت پراونہ تھی بات کچھ نہی
<p>کہتے ہیں کہ بان ہی فہرے کے یہ کہنہ</p> <p>رہتا تھا گلے و فتون میں یہاں کوئی آدمی</p>	



تھامس جی ۲۳ مئی ۱۶۹۹ء کو خاص شہر لندن میں پیدا ہوا۔ ابتدا سے
 عمر میں وہ مصوری اور نقاشی کا پیشہ کرتا تھا لیکن ایک علمی رسالے کے تعلق نے
 جو آخر عمر میں پیدا ہو گیا تھا اس کی طبیعت کو نظر بچر کی جانب مائل کر دیا جس کے بعد سے
 پہراڑ کھنے پیشہ کے طور پر کسی دور کے کام کو نہیں کیا البتہ کبھی کبھی اپنی تصنیفات
 میں کہہ کہہ تصویریں بنا دیا کرتا تھا۔ ۱۸۲۳ء میں اس کی شادی ایک مشہور مصنف جان
 برٹن ریٹلڈز کی بیٹی سے ہوئی۔ ۱۸۲۵ء میں اس نے اپنے برادر
 نسبتی کے اشتراک میں اپنی نظموں کا پہلا مجموعہ شائع کیا۔ ۱۸۳۲ء میں وہ کارخانہ
 بوٹ گیج میں اس کو تعلق تھا جسے باعث سے چار سال کے لئے اس کو وطن چھوڑنا
 پڑا۔ ۱۸۳۶ء میں وہ پہر انگلستان واپس آیا اور بقیہ زندگی تکلیف اور دوا کا مرضی
 کی حالت میں بسر کی (جیسا کہ اس کی اس نظم سے ظاہر ہے جس کا ترجمہ درج ذیل
 کیا جاتا ہے) اور نہایت نا اُمیدی اور شکستہ دلی کے ساتھ ۳ مئی ۱۸۴۵ء
 کو اس وارنسا سے رخصت ہو کر سفر آخرت اختیار کیا۔

خواب پریشان

<p>انیس بزم بجز شمع اور کوئی نہ تھا جمال شمع کا دیند ہلاک سائی دینے لگا کر شمع رنگ چمان کے وکسائی جاتی تھی</p>	<p>شب گذشتہ کو بیٹھا ہوا تھا میں تنہا کہ وقت گزرا کچھ اور رنگ صحبت کا ہوا شمع کی لڑ بھلائی جاتی تھی</p>
--	---

گھڑی حیات کی گھڑیاں گشتی حال تھی	کر چلتے چلتے ہی ٹٹن ٹٹن پیدا گیا را
دل غ پر کیا پہرہ ہم سے اپنا اثر	ہوا خیال کہ شیطان کہیں سے آئے نظر
سفید اور سبز ہوا اک سر سے پر تک چاد	خوش صورت بت ساسنے ہوا کے کلا
ابھی یہ دل سے مری اور مجھے پر باتیں ہیں	ہوا میں کچھ حرکت سی ہوئی نمود و ہین
پہر ایک شکل نظر آئی جگو اپنے قرین	تو ہات کو چشم یقین سے دیکھ لیا
کیا جو غور تو صورت نہی جالی بچان	مگر نمود ہی چہرہ سے کچھ پریشان
مشابہت نہی بہت مجھ میں حسین نہانی	کروہ ہی میری طرح آنسو کا مارا تبا
بڑی ہناک سے گھر کی طرح وہ مریب	اوٹھ کے کرسی اک آبیٹھا جھٹکے بڑی
کہا یہ کانہیں جب کہ آئی بیب لبیب	لکھتے اب نہ کہ لاوا سا غروب تبا
قدیم دوست ہو کم میرے اب کھلا کچھ	مجھے پلاہ بڑی کہ رم ہو لا کو کچھ
چڑھاؤ کتلی اب جا رہی بناؤ کچھ	گھر کے واسطے کچھ نیچو کچھ لنگھ
زمانہ ہے گذران عیش کون کوں دم	کسے خبر ہے کہ تم کل کمان کمان ہو ہم
کرو جو ہر کے سامان تم سے پیش دم	کرونگا میں بھی ہے جو کام میرے کرینک
حواس اڑ گئے میرے یہ گفتگو شکر	کھڑے ہوں یہ ہو کے رو میں اور گہو ما
یہ ڈرتے ڈرتے کہا منہ سے نہر مان مگر	نیاز مند کو اک کار ڈیکھو بیٹے عطا
یہ سیکے اور کٹا کاڑا کار ہے کیا شے	ہماری آپ کی دت کی آشنائی ہے
زین پہر ہی آپ جو نقشبش نام کے در پہ	ہزار و ہشت صد و سی و ہشت چوبیس
سبز منگا و زیادہ نہیں مجھے فرصت	بس ایک گنٹہ کی بالی سبز صرخاب مانت
کہ بارہ بجتے ہی بن ہر گنا ہے فرصت	سچہ سال تو کو مجھے اپنا جا بڑہ دینا

یہ سبکے چپ ہوا میں کچھ دیا نہ اسکو جواب کیا بغور پہرا ہم رفتہ کا جو حساب	اوشاکے دیکھی ہیں روز ناچ کی کتاب تو مجھ پہ کچھ بھی سنہ اڑتیں کا نہ فاضل تھا
تہا سال اوڑھائی تھی سنت ہزار کی دل و جگر پہ حواث کے زخم سے کاری	کئی تھی رنج و الم ہی میں زندگی ساری جناب ہی کی بدولت پرست تہا پیش آیا
بگڑ گئے سینے کا جو ش غیظ و نفرت سے بس آپ جائے اب اٹھئے میری صحت سے	قسم خدا کی میں واقف ہوں خود جھڑکتے اگر اور دیکھئے یہاں مجھے کچھ نہ پاسے گا
وہ بولا ایسا اٹھنے نہیں کیا ہے قصور کہ یاد آئی نگلی اکدن یہ صحبتیں بھی ضرور	اگر قصور ہوا بھی ہو غفور کر دین حضور وہاں سے رنج جو کچھ سینے اب نہ بہر دو لگا
جو دوسروں نے کیا ہے کرینگے وہ تو جناب جس دہ جرج کا کتاب پر مان کا نہ حساب	خطاب کر نہیں منظور کیوں ہم اتنا عتاب کہ ہر ہین حضرت اڑتیں بگٹکے بار
یہ سنکے سینے ملازم کو دی صدا "پیشتر" کسیاہ بیٹے کہہ اسکو نکال دے باہر	تو آکے سامنے حاضر ہوا وہ لکھو کتاب پڑانا سال یہ کسطح گھر میں گیس آیا

لانگ فلو

ہنری وروڈ سورجہ لانگ فلو رام بیکہ کا مشہور شاعر میں اسٹ کے شہر پورٹ
لینڈ میں ۲۰ فروری ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوا اور ۱۸۸۲ء میں بچتر برس کی عمر کو
پہونچ کر ننگ اصل کا شکار ہوا۔ ابتدائی مدارج کو طے کرنے کے بعد باڈامین کالج
برنسوک میں داخل ہوا اور وہیں سے گراجو اٹ ہو کر نکلا۔ کالج چھوڑنے کے بعد

کچھ دنوں تک اپنے باپ کے آفس میں قانون کی تعلیم چل کر رہا لیکن چونکہ اوس کی طبیعت کو ٹیچر اور اب اکیجا نب فطرتی رجحان تھا اور حسن اتفاق سے اوسکی مرضی کے موافق یہ صورت پیش آگئی کہ باڈرین کالج کے لئے معلم السنہ مردہ اور پالینے پر دفیس آف ماڈرن لینگویج کی ضرورت تھی اور اوس جاندا پر اسکا تقرر ہو گیا جسکے بعد سے پہلے اوسنے قانون کی جانب سے بالکل اپنی عنان توجہ کو پھیر لیا اور معلم السنہ میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے یورپ کا سفر اختیار کیا۔ اوسکی شاعری کے متعلق اس موقع پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوس عبارت کا ترجمہ کر دیا جائے جو مسٹر ایچ بیو بلکن نے اوسکے کلمات کے دیباچہ میں تحریر فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”اگر مقبولیت کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک شاعر کے لئے اوس کامیابی اور ہر دل عزیز کی دلیل ہے جو اس بات کا تبادلی ہے کہ ناظرین کے ایک طبقے کو وہ میں جہین ہر نطق۔ ہر قوم اور ہر ملک کے آدمی شامل ہوں اوسکے کلام نے وقت اور عزت حال کی تواسین کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ امریکہ کے اس نامی گرامی شاعر کو بد رجہ اولیٰ یہ بات حال تھی۔ چنانچہ اوسکی سوانح عمری لکھنے والے میں سے ایک شخص نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ ”اگر نری وان اتوام میں اس صدمی کے تیسرے حصہ میں اس شاعر کے کلام نے اپنے ناظرین اور شایعین کی تعداد کو بہت زیادہ بڑھالیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سواٹھی سن کے اوپر کیا اور اسکا مد مقابل نہیں کہہ سکتے۔ اور اس میں ہی کوئی شک نہیں کہ امریکہ انگلینڈ اور آسٹریا کالینز میں مٹی سن کے نسبت لاگ فلو کے کلام کے پڑنے والوں کی تعداد کمین زیادہ ہے“ یہ قول مسٹر ولیم راستی کا ہے جس نے لاگ فلو کی قابلیت کا

انما زہ کرنے میں غائباً کوئی غلطی نہیں کی ہے
 اگرچہ اس موقع پر اس کے کلام کا بالکل مختصر نمونہ دینا ناظرین کیسا مناسب ہے لیکن
 بہرین ششاس حضرات اور سکودیکٹر مسٹر ملکین کے قول پر بخوبی اسے قائم
 کر سکتے ہیں۔

دل بمقار

چکی کا ہوا پاٹ یا کہ انسان کا دل	درون کو ہے ہر حال میں گردش چل
پیسینکے اسے ملا اگر کچھ در نہ	خواب ہی گیس کے خاکہ میں جائینگے مل

نسیم

خوشگوار ایک نسیم کا جھٹکا	گر گیا اس کے روح کو تازہ
سناٹا ہٹ نہی اور سکی پر سنی	صادرا حکام ہوتے تھے قطعی
گہرا اشارہ تھا اشکِ شبنم سے	دور ہو گل کے عارضِ غم سے
کسین تھا انتظامِ دریا کا	کہین تھا بندوبستِ صحرا کا
وہاں جہازوں کے لنگر اٹھتے تھے	مرغِ ادھر جہاز کر برا دھتے تھے
نہی سنا دی یہ شاخساروں میں	علمِ سبہ آگے آگے رہیں
حکمِ مرغانِ خوشنوا کو یہ نہا	کہ ہوئی صبح پیر ہونِ حد سدا
کاسٹنکاروں کو فروہ جا کے دیا	کہ اوٹھ کر بیتِ بود و دن نکلا
شمارِ خٹانِ بارور کو یہ حکم	کہ سہو چور سنگِ صم بکم
جا کے گڑیاں گہر چرخِ حکم دیا	کہ بجا کر جس پر کرد و ندا

<p>اگنی صبح ہو شیار ہو پہر کر کے یوں ہر طرف کے اطمینان نفس سرد اک بہر ناگاہ</p>	<p>غافل و صرحت کار و بار ہو پہر آئی پہر سے غم غاموشان بے ثباتی پر بیان کی تہا جو گواہ</p>
<p>بول کس عیند آج سوئے غم سب اسٹے آہ پر نہ اڑٹے غم</p>	
<p>دہو پ اور چاندنی</p>	
<p>خفت افق پہ مہر نسا کل جبکہ جلوہ گر تساخون خشک اوڑنی تہیں آئندہ ہو ایسا اوس تیز روشنی میں بڑی بیٹے ایک نظم سمجھایا میں اداں نکات کو اداں باطلہ زائلیں پر رفتہ رفتہ حرارت وہ ہو گئی شب نے اوڑنایا اُن کے دامنِ حمایت اوسوقت ماہتاب بعد جاہ و نکست وا دی شب میں آگیا سیلابِ نور کا اب بیٹے لیکے خور سے دیکھی جو پہر وہ نظم</p>	<p>اوسکی جلو میں چاندنی آیا مجھے نظر جیسے پتنگ ہو کسی اس کے کا اوج پر مضمون بہر سے تھے حسین تصوف کے مہر ایسا اداں داغ تہا گرمی سے نشتر دن یوں تو ہوا جہاں کی گویا تھی دو پہر دریا دوش تہ کوہ بیابان شہر پر شکلا چمک کے صورت معشوق نقشہ گر طوفان میں چاندنی کے گویا تھو نام و دہ کیونکہ کہن کر دل پہر اوس کے پیا اثر</p>
<p>سب بے حجاب ہو گئے پردی میں ہاتھ دن کو چو شاہد ان معانی تھے ستر</p>	

شلی

پری بیش شلی ہم اگر گت ۹۲ء کو نیاڈ بلیس سکس مین پیدا ہوا تھا۔ یہ
 کرنل گوزنگ کے ٹمہر تھی شلی کا بڑا بیٹا تھا۔ سات آٹھ برس کی عمر تک او سنے
 اپنی بہنوں کے ساتھ پردوش پائی جسکی وجہ سے اوسکی طبیعت کو مردانہ کیلون کی
 بجانب بالکل رغبت دیتی جبکانتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ مین داخل ہونے پر اڑکون
 نے اسے تنگ کرنا شروع کیا جس سے اس کے مزاج مین چڑچڑاہٹ پیدا ہو گیا۔
 ابتدائی مدارس کی تعلیم حاصل کر نیکیے بعد ۱۸۷۱ء مین شلی اکسٹروڈ کی یونیورسٹی
 مین داخل ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فریج روز ویلوشن نے بڑے بڑے مستقل
 مزاجوں کے خیالات مین برہمی پیدا کر دی تھی شلی نے بھی زمانہ کے آزادانہ
 اصول کی طبیعت اختیار کر کے ایک پمفلٹ (رسالہ) اپنے دوست مسٹر ہارگ
 کی شرکت مین "لانڈ ہی کی ضرورت" کے عنوان سے شائع کیا جسکی بنا پر وہ
 یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ اس زمانہ مین اوسکی عمر اترہ برس کی تھی لیکن
 اپنے عزیزوں مین ایک لڑکی سے اوسکو تعلق پیدا ہو چکا تھا مگر اوسکا کالج سے
 نکال دیا جانا اور اس کے اسباب ایسے تھے جنہوں نے اس نسبت مین رخنہ
 ڈال دیا اور اوس لڑکی نے دو سے شخص سے شادی کر لی۔ شلی کی ان حرکتوں
 سے اس کے سب عزیز ناامش تھے تاہم اوس کے باپ نے لکھا کہ اگر تم ہارگ
 کی صحبت چھوڑ دو اور گہر واپس آکر خانگی تعلیم حاصل کرو تو میں تمہاری خطا معاف
 کر دوں گا۔ لیکن شلی نے ان شرائط کو منظور نہ کیا۔ تاہم اوسکا باپ دو سو پونڈ

سالانہ لندن میں اوسکو بھیجتا رہا۔

اس واقعہ سے اوسکی بہنوں کو لازمی طور پر محبت کا جوش زیادہ ہوا اور انہوں نے اپنی ایک ہم کتب لڑکی جسکا نام ہارٹ ورسٹ بروک تھا کے ہاتھ شلی کے لئے کچھ تحائف روانہ کئے۔ اس لڑکی کی عمر سولہ برس کی تھی اور حسن و جمال میں آپ ہی اپنی نظیر تھی۔ چنانچہ شلی اوس پر ذلیفہ ہو گیا اور باوجودیکہ وہ خاندانی حیثیت سے اس کے نکاح کی نہ تھی چند دنوں کے بعد اسکا ٹیٹل میں جاکر اسنے اس کے ساتھ شادی کر لی (کیونکہ انگلستان کے قانون کی رو سے ابھی وہ دونوں نابالغ تھے اور اس ملک میں ریکر شادی نہیں کر سکتے تھے) چند دنوں کے بعد اسنے ہرٹ آف مارٹن کے عنوان سے پرنس چارلٹ کا مٹھیہ لکھ کر شائع کیا یہ ایک پرنٹنگ فیکٹم تھی جس میں اسنے شاہزادی کے نام کی اکثر میں آزادی کا مٹھیہ لکھا تھا۔ شلی کی پہلی شادی ناسعود ثابت ہوئی کیونکہ اسکا عین اسنے اپنی بیوی اور لڑکے کو نکال دیا جو اس کے گھر سے نکال کر ایک اور لڑکے کی ماں ہوئی اور شلی میری گاڈن کو لیکر اٹالی چلا گیا اگرچہ اسنے ہارٹ کو چھوڑ دیا تھا تاہم ابھی اس کے ساتھ محبت باقی تھی اور اس نامزد عورت کو بھی اپنے شوہر کی بھیڑی کا اس قدر صدمہ نہ تھا کہ باوجود دوسرے تعلق پیدا کر لینے کے اس جہان کی مصیبت و دُور برس جیلنے کے بعد اسنے اپنی زندگی کا خاتمہ اس طور پر کیا کہ ڈوب میری شلی نے اپنے لڑکوں کے جو اپنے نانا کے پاس تھے دلاپاٹنے کا دعویٰ کیا لیکن چونکہ اسنے مذہب عیسوی کے خلاف ایک نظم شائع کی تھی اسلئے گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہارٹ کے لڑکے باپ کو واپس نہ لے جائیں اور نہ نانا کے

پاس رہیں بلکہ ایک شخص ثالث کی ولایت میں رہ گئے جائیں۔ ہارٹ کے مرتے
کے بعد شعل نے مس گاڈون سے شادی کر لی اور ٹامالی میں رہنے لگا اور پھر
انگلستان واپس نہیں آیا۔

افسوس ہے کہ یہ خداداد طبیعت کا ناز کنیال شاعر تیس ہی برس کی عمر میں غرق دریا
ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اسکے کلیات میں روالٹ آف اسلام۔
کوئین ناب۔ روز الیڈ ایڈ پلٹن۔ نہایت مشہور اور بسیط نظمیں ہیں۔ علاوہ
اسکے اور بہت سے متفرق کلام کا ایک ضخیم مجموعہ ہے۔ ذیل میں اس کی دو
مختصر نظمیں کے ترجمے درج کئے جاتے ہیں۔

وقت

اے وقت تو وہ بحر ہے ناقابل عبور آبِ عمیق کو ترے کتے ہیں حادثات وہ بحر ہے کنارے تو جس کا مد و جزر لاکھوں کئے شکار بہر ایک بہر لہ پٹ کساکرا نہیں اوگلتا ہے ساحل پر وانگو	موجوں کا جکی نام نہیں دشمن ہے جو انگشت چشمِ اہل زمانہ سے شور ہے بیانہ بقاء و فنا ہے وہاں ہے ہر روز تیرے جوع بفر کو دھور ہے نایسہان نواز ہے جو اور دور ہے
--	--

طوفان میں ہر لاکھ سکونین ہی پر دعا
خافل جو تجھے ہوا سی خطہ ضرور ہے



چشمہ اور دیر سے جا کر پانی میں بہر لاتا ہوں
 پیاسے بہر کون کو لا کر آبِ حیات پلاتا ہوں
 پڑتی دھوپ میں جب بہن کی رنگت مہر جاتی جو
 باول کا نگیرہ لا کر اون کے سسر پہ لگاتا ہوں
 صبح کے وقت جو طیارے گونسلوئین ہو جاتے ہیں
 جہاز کے اپنے پر دہلی پہنچتا دے کے جگاتا ہوں
 جاتا ہوں خرم کو بے نالائخ اولوں کی بیکر گھنٹوں پر
 نلہ والی کی محنت سے دھتالوں کو بچاتا ہوں
 میں وہ سخی ہوں دستِ کرم میرا ہر شے کی طرے کے دراز
 اولوں سے بھر رہا ہوں یکساں درخشاں برساتا ہوں +
 آن کی آن میں پانی کر کے اونکو بہا دیتا ہوں پھر
 بجلی اور گرج سے ہستا گانا پھر گرجتا ہوں
 چہنچہ گئے ہیں اشجار تنار اور اسکے صدر سے
 کوہ کی چوٹی سے ہسلین میں برف کے پتھر گرا رہا ہوں
 بادِ طوفانی ہی کی گود میں جسکو چین کہہ آتا ہے
 اوجھلے نکلے رکھ کر سونے رات کو جب سو جاتا ہوں
 برفِ طہان جو ہے میری ہر شب بہر بہر دیتی ہے
 دمدم اپنے قیدی وعدہ کو شہر چھاسنے پاتا ہوں

بٹلی راہنمائی میری کرتی ہے دشت و دریا میں
 اف نہ جنات کا او سکھو میں جس وقت سنا تا ہوں
 اسکو یقین ہوتا ہے اپنے ان محبوبوں کے ملنے کا
 کوہ و دشت و دریا کو چرین انکا ٹھکانا ہوتا ہوں
 صبح کو آتا ہے خرم و خاد و سر پر اسکے تاج زری
 اپنی کشتی میں او سکھو بٹاکر سپر کو میں لیجانا ہوں
 جیسے پہاڑ کی چوٹی پر سپر غنشین کرتا ہے
 دیسے ہی اس مرغ زرین کو میں ہی سپر بٹھانا ہوں
 لیکن شام ملک پر جب سے کہلاتی تخت لالہ کا
 میں ہی اوس کے عشق میں غوطہ بخرو نہیں لگاتا ہوں
 تخت زبرجد پر یہ سیل ہوتی ہے جس دم جلوہ نما
 روک کے تخت یا دے پے تعظیم کمر طرار بچاتا ہوں
 نور کی چادر اوڑھتا ہے ایک کتابی چہرہ والی حور
 بیٹھہ کے محل میں شب کے آتے ہی جب میں جانا ہوں

۴۔ جیدان دونوں شعرون سے ظاہر ہے قدیم الایام میں اہل لادپ کا یہ خیال تھا
 کہ بجلی جنت کی وجہ سے جنات کی عاشق ہے اور انہیں کی تلامش میں مبتلا ہوا
 سرگردان رہتی ہے ۱۲۔ مترجم



چاند اسے کہتے ہیں سب اور جس رستے سے گزرتی ہے
 نقش قدم سے اس کے اپنا سینہ چلنی پاتا ہوں
 جہاں گتے جاتے ہیں ان چیدو نے پیچھے پیچھے تارے بھی
 ہنستا ہوں ان سونکی پڑیوں کو اڑتے ہوئے جب باتا ہوں
 بہترین اپنے چشمہ کو جو سطح ہو اپنا ہم
 یاسے اوٹھا کے لپیٹ کے ہاندہ کے اور کہیں لیجاتا ہوں
 تار یا کون اور تالا ہوں کی سطح آب مصفا کو
 چاند اور تار سے کریں منت جتنا خط میں اوٹھتا ہوں
 ماہ مبین کا جہین کے دیور گہ دتا ہوں شال عزا
 اور کبھی شاہ کدین آتشین طوق پہناتا ہوں
 گلخن چرخ کے انگاروں کو کر دیتا ہوں خاکستر
 کہ وہ آتشبار کی آگ کو چیتا دیکھے بجھاتا ہوں
 بحر ہند سے جب اوٹھتا ہوں۔ راس کماہی سے لیکر
 راس شمالی تک یہ جو بہا پسنا تانے کے آتا ہوں
 وہ نیرنگی عالم کا منتظر جسے کہتے ہیں قوس قزح
 بارب الفتح و سہج میسر جس میں پرو کر جھپٹاتا ہوں
 چاند کو اس وقت جب قارہ انگریزی بیہودی ہوش مان لینا چاہے ورنہ زمر میں وقت
 ہوتی لیکر اگر تم گذرتی ہے۔ "کا نال ہی تو ہی کو تسلیم کریں تو ہر یہ اندیشہ راضی نہی
 اوشہ جاسے گا اور جب کی ترکیب یونین تاریخ ہوتی ہے۔ مترجم۔

اور واسے چشمہ نور میں رنگتا ہوں پرچشم اسپنے
 سایہ اوں کا ڈال کے نیچے پھر میں زمین کو ہنستا ہوں
 بابت بحر اور نام زمین کا میں ہوں نام آور فسر زہ
 تازوں سے افلاک کے گوارہ میں پالا جانا ہوں
 گاہ زمین پر گاہ ہوا پر اور کبھی ہوں زیر زمین
 مٹوت جے آتی ہی نہیں صان روپ بدلتا جاتا ہوں
 گاہے ابر اور گاہے باران بحر کبھی ہوں کبھی چشمہ
 خلق کو قدرت کی نیرنگی ہر قسمہ میں دکھاتا ہوں
 بعد بارش قصر فلک کی جوازہ صفائی ہوتی ہے
 سونا سرٹ پاتا ہے میں دل میں ہنستا جاتا ہوں
 تاک لگائے رہتا ہوں اور دیکھا کرتا ہوں سب رنگ
 چپ رہتا ہوں جہر دن درون میں جہان ٹکنا پاتا ہوں
 سقف درجہ اوکی جب کامل تیاری پر آتی ہے
 ہوا کا زمینہ لگا کے چپکے چپکے تپ پڑہ جاتا ہوں
 مثل دیو جان میں پہونچا سب کے ہوش اوڑ جاتے ہیں
 بہر ہی دھرم پچاتا ہوں اور پس پانی برساتا ہوں

* پسین کا سلسلہ ہے کہ شیر پینے مارہ کو فنا میں ہے بلکہ اوکی تبدیل ہیست ہوتی
 رہتی ہے۔

سیرت

لارڈ جارج کارڈن بیرن ۱۲ جنوری ۱۷۸۸ء کو پیدا ہوا۔ سیرجان بیرن جو اس
 خاندان کا بانی تھا اور جسکو ہنری اسٹورٹ (بادشاہ انگلستان) کے عہد میں علاقہ نیو اسکاٹلینڈ
 جاگیر ملی تھی اسکی نسل سے پرنسٹن لارڈ ٹما اسکا باپ کپتان بیرن ایک بد رویہ آدمی تھا
 جسنے اپنی بیوی اور بچے کو گھر سے نکال دیا تھا لیکن اسی مذمت میں اسکو خود بھی
 انگلستان سے جلا وطن ہو جانا پڑا۔ سیرجان بیرن اس کس چیری کی حالت میں
 چھوڑ دئے جاسنے کی وجہ سے اپنے وطن واری اپنی ایرڈین میں آکر آگئی تھی اور
 یہاں اسنے غربت کی حالت میں اپنے اس فی الملش یتیم بچے کو خیراتی درس سیر میں
 داخل کر دیا تھا۔ مگر یہ لڑکا چونکہ خوش قسمت تھا اور اسکی تقدیر میں ناموری لکھی تھی لہذا
 اتفاق سے ۱۷۹۹ء میں اسکا ایک ارشد استاد کا نام لگا اور چونکہ اسنے کوئی اولاد
 نہ تھی اسنے سیرجان بیرن ہی اسکی املاک اور جائیداد کی وارث قرار پائی۔ اب اسنے
 بیرن کو لارڈ کارڈن لیل اسکے سپرد کر دیا جسنے اسکو تعلیم پانے کے لئے پیر و بیچہ باریا۔
 بیرن اسکے مزاج میں کچھ تو فطرتی طور پر اور کچھ اسنے ابتدائی حالات زندگی کے اثر
 سے آزاد فطرت پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ ۱۸۰۵ء میں جب وہ کیمبرج کی یونیورسٹی
 میں داخل ہوا تو اسنے خاص کر اپنی براقت کی وجہ سے بہت کچھ شہرت حاصل کی۔
 کیمبرج چھوڑنے کے بعد اسنے ایک مجموعہ نظم شائع کیا۔ اگرچہ وہ شاعرانہ خیالات
 اور مثنوی خوبوں کے لحاظ سے قابل قدر تھا لیکن اظہر برنگ روپو نے اسپر نہایت
 زور ڈھرا۔ اسنے نکتہ حریفانہ لکیرا۔ یہ حوالہ دیا تھا کہ ہمارے چہنما شاعر کی جو شیلی

طبیعت میں سکون قائم رہنے دیتا۔ اوسنے یہی جی توڑ کر ایک چو لکی جسکا عنوان
 "انگلش پریزیڈنٹ اسکاچہ ریورڈ" (یعنی انگلستان کے شاعر اور اسکاٹلینڈ کے
 مکاتیبین) ہے اور اسکے ذریعہ سے خوب دل کی بہتر اس دکالی۔ اس حالت بد دل
 میں اوسکو ایک صدمہ اور پہنچا یعنی اوسکی معنوقدس شاروتہ نے دوست کے شخص
 سے شادی کر لی۔ ان باتوں نے اوسکی صحت پر خراب اثر ڈالا اور اوسنے مکرر دوا
 سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے دوست جان کام ہاپ ہوز کے ساتھ
 براعظم یورپ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر سے دو برس کے بعد واپس ہو کر اوسنے
 ایک نظم جیلڈرلڈ بلگرینج شاعر کی اور اوسکے ساتھ ہی کیے بعد دیگرے چند
 نظمیں اور شتہ کہیں جنہوں نے اعلیٰ شاعری کو مسخر کر کے کہا ہے شاعر کو شہرت
 کا تاج پہنا دیا۔ مگر زمانہ کے مکررات اور علاقہ کی چیدگیوں نے اوسکو اکثر وطن
 سے دور رہنے پر مجبور کر دیا اور آخر صحت کی خرابی نے ۳۷ ہی برس کی عمر میں دنیا
 کو اوس سے خالی کر دیا۔ ذیل کی نظم اوسکے خیالات کا ایک مختصر سا نمونہ ہے۔

دل اندوگین

وہ دل پہنا جو جو بیہودہ حسرت و غم میں گمراہ و جاہل فتنے سے جو حصّہ آتش میں اور اوس قصبے پریشان ہو کے چکر لگائے جب اس آتش کی گیس طرح تاب لائے جنوں کے جوش میں کچھ اور اوس بن نہ پڑے	مثال اوسکی بعینہ ہے ایسے عقرب کی کسی طرف سے نہ راہ مخلصی ملتی کہ جس سے اور ہر نزدیک گناہ کی اگر ہو تو مشتعل ہو بہت آتش غضب اوس کی چلے وہ چٹ پٹ ہر شے جو اوسکی عادت تھی
--	--

یا اوس کے چہرہ پر شہنشاہ کا اشتیاقی ترکہا ہوگا۔ سہا مہول ماندہ رنگتے ہیں کہ اس کاٹ کے
 نادر نہیں اسکی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اوزن پر کتہ چینی کیجا سے ڈیڑھ سو برس
 کے قریب ہوسے کوٹے ہیں لیکن ایک لوگ اوسکی عبادتوں کو زبانی یاد
 کیا کرتے ہیں۔ ذرہ ذرہ اسی چیز کو اچھی سے نگاہ سے دیکھنا۔ چوٹی چوٹی باتوں
 پر غائر نظر ڈالنا۔ تحریر کو تصویر بنا دینا اور دماغ سے کیمرا کا کام لینا اسی جادو نگار کا
 حصہ تھا۔ افسوس ہے کہ اوسکے ناطوں کو آرو میں ترجیح کرنے کی طرف بہت
 بات سید مطلق توجہ نہیں کی گئی ہے۔ ورنہ اوسکے خزانہ میں ایک قابل قدر سرمایہ
 مہیا ہو جاتا۔ البتہ ایک لائق مہرہ نے لیڈی آف ویلیک، کانٹر ترجمہ ناول
 کے پیرایہ میں سپر ایبل کی شہر آزادی کے نام سے کیا ہے۔ ذیل اسکے
 اشعار اوس کے افکار ابراہار کا نمونہ ہیں۔

بچہ کی پیدائش کا گیت

اسے غم انسان کے رشتہ	اسے محنت و راحت و بچہ و رجا
سب ملکر مل پر ہی کس اد	اسے شادی و بے شادی و رنج و غنا
اور سب سے پہلے بٹا جاتا	بچہ کو لی پیا ہوتا ہے جب
آئی ہیں نظر شکلیں کب کیا	شادی کی شفتی کو دہند لکھن تب
غشیت کا فتنہ سے جو بے	یعنی وہ ترنگ و امنگ سے جلی
سورنگ کے دوسواں اور بے	ہیں ناپتے تب بالاسے افق
وہ جکر سے اس پر سے کو	ہوئی سے لکھ کو بھی جسرانی

اسے یا سر داسیدہ پیشانی	ان میں کس کس کا کرل جاو
روح کی رخصت کا گیت	
کیون ہرگز خستہ و نا کارہ	سہجہ جگر لنی تو اسبہ بیکری سے
ہر حال میں اسبہ جلد چلا	نہایتیں اسبہ زہین پرستہ
گلزار مجسمہ رکے گل چمن	دامن خار دے جلد چسپا
سہجہ نخل غل بے برگ و چین	زیر و امان شفا عمت آ
طاس سہجہ مرگہ سا حصن امان	طوفان و طاعون کا کیا ڈر
آیا سہجہ تجسہ خواب گران	تا حشر اسبہ چین سے سو پاکر
جلدی کر چٹنے کی جلدی	یہ وقت گذر جائے نہ کہین
اب ہا ہے اور واسے ذکر اتنی	شببہ آخر ہے اور صبح زین

شکسپیر

ساحبان الشعر اولیئم شکسپیر قدیم قصبہ دارو کہ مشیر میں ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا۔ جہان اور سکا باپ پادری اور زمیندار تھا۔

جران تک سنی سنائی باتوں سے معلوم ہوتا ہے اسکی ولادت گریں ہل اسٹریٹ میں ہوئی تھی چنانچہ اسکی پیدائش کا خاص کر وہی ایک محفوظ اور غالباً اسٹراٹ فورڈ میں سب سے زیادہ قدیم مکان ہے جسکے دیکھنے کے لئے شکسپیر

کے نام کے جاننے والے ہر زمانہ میں دور دور سے آئے گئے رہے ہیں۔

۱۷۵۶ء میں ولیم شکسپیر اپنی اس کولہ میں داخل ہوا۔ اس وقت اوس کا باپ جان شکسپیر میرٹھس تھا اور لوگ اوس کی عزت کرتے تھے۔ اوس کے ابتدائی حالات کی نسبت کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ باپ کے گھر میں اوس کو اتنا اطمینان ضرور حاصل تھا کہ وہ اپنی طبی قابلیتوں کی تکمیل کر سکا۔ ورنہ میں برس کی نوک بعد جن غلامی میں اوس کو بندھا پڑا اور میں اسکا موقعہ ہرگز نہیں مل سکتا تھا کہ وہ کتب بینی کی جانب اپنی توجہ کو مبذول کرے۔ کیونکہ اٹھارہ برس کی عمر میں اوس کی شادی ہو گئی اور خانہ داری کا بار گران اوس کی گردن پر پڑ گیا۔ اگرچہ جان شکسپیر بیٹے کی شادی کے وقت اپنے گھر سے خوش و خرم تھا تاہم اوس کی حالت ایسی تھی کہ وہ بیٹے کے ساتھ بہو اور پوتا بوجی کا بار بھی اوشما سکے۔ غرض کہ صاحب اولاد ہو جانے کے بعد شکسپیر بہر مجبور ہوا کہ وہ اس سلطنت یعنی لندن میں جا کر کچھ کمائے کی فکر کرے۔

اوس کے لندن جانے کے متعلق ایک اور نقل مشہور ہے کہ وہ بچپنی سے چند پہناسوں کی صحبت میں بڑ کر محفوظ رہنوں میں جواری سے ہرن کا شکار کیلئے لگا رہتا تھا چنانچہ اسی الزام میں سربراہ اس بوسی آف چارلی کوٹھ نے اوس پر دعویٰ کیا جس کے غصہ میں شکسپیر نے اوس کی یہ دیکھی حیوانی شاعری کا نقش اول کی ہائی سے لے کر اوس نے اوس پر ایک جرم ازائمہ عیشت کا اور مایہ کر دیا اور سربراہ نے سختی کے ساتھ اوس کی مخالفت شروع کی جس کی وجہ سے مجبوراً اوس کو بہاگ کر لندن میں پناہ لینا پڑا۔

برکف مسٹر کو لیر کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ ۱۵۸۹ء میں جب شکسپیر کی عمر ۲۵ برس کی تھی وہ لندن کے بلاک فریز تھیٹر اور اسکے بعد گلوب تھیٹر میں حصہ دار کے طور پر ششہر ایک تھا۔ اور اب سویشی میں اس کا ایک درجہ قائم ہو گیا تھا اور آدنی ہی معقول ہو چلی تھی۔

سولویں صدی کے اخیر میں جب ہم پہر شکسپیر کو دیکھتے ہیں تو اسکو دو لہند آدمی اور اسٹارٹ فرڈ کے سب سے عالیشان محل کا مالک پاتے ہیں۔ اب اسنے ایکٹری کے پیشہ کو ترک کر دیا تھا لیکن اس کے حصہ ان درنون تھیٹرون میں پسندور قائم تھے۔

شکسپیر کی شاعری کی نسبت داتے قائم کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ اسکو اگر انگلستان کا فردوسی کہا جائے تو ایک حد تک بر مثال ناموزون نہوگی۔ انسانی فطرت کے ہر پہلو پر جس خوبی کے ساتھ اس شخص نے نظر ڈالی ہے شاید کوئی دوسری نظیر اسکی ہمت ہو سکے۔ وہ شاعری جبکو فلسفہ کہا گیا ہے اسکی ٹیک ٹیک مثال اگر دیکھیں تو شکسپیر کے کلام میں مل سکتی ہے۔ زمانے نے اسکو اعلیٰ ترین کا شاہنشاہ تسلیم کیا ہے۔ اسنے ۱۶۱۶ء میں اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا اور اس عرض مدت میں زمانے نے کیا کچھ کچھ نہیں کھائے۔ اگر دی زبان کا پایہ زمین سے آسمان تک پہنچ گیا۔ مگر دوسرا شکسپیر نہ پیدا ہوتا تو دنیا پیدا نہ ہوا۔ ہندوستان ہی اس کے نام سے نا آشنا نہیں ہے اسنے مجھے شرم آئی ہے کہ اس کے اشعار کے ترجمہ کے نام سے اس نفوٹ کو منسوب کر دیں۔ جہاں ان خوبیوں کی جھلک ہی نہیں پائی جاتی جسنے

اس شاعر کا اصل کلام ہزاروں ہے۔ لیکن چونکہ میل مقصد صرف اردو خوان پبلک کو مغربی
خیالات اور طرز بیان سے آگاہ کرنا ہے اسلئے مجھے اپنے معزز ناظرین سے
معافی کی پوری پوری امید ہے۔

نغمہ کی تاثیر

ہے کیسا روح فرزا واہ واہ وصل علی
صدائے نغمہ بہت دلکش آواز کی ہے
یہی تو نغمہ شیرین کے خاص ہیں اوقات
کرد تو سقف زبرجد پہ آسمان کی نظر
لگاہ حسن چمکی ٹھہری ہے دھوار
زبان حال سے اپنی ہے وہ بھی نہ سرا
لگتی ہر دم گردش صدا سنارونے
ہیں میں روح گل نغمہ جب تو چنتے ہیں
مگر یہ جامہ خاک سے پردہ حاصل
تو گردش دل میں لگے اور ہی کہیں چنے
علی ہے جگر خدا کی طرف سے آزادی
طرارے بہرتے ہوئے ہنسنا ہی ہیں پیر
سہ ہے جوش خون کی بھی انکی فراق حالت
کہیں سے کان میں آجاؤ انکے گراؤ اور

یہ فرشتے چادر منساب کالب دریا
ہیں پریشین گئے آؤ جگہ بہار کی ہی
برعافیت کا محل اور یہ سہانی رات
جس کا پیاری جیسا کہ ہیں شہود دم بہر
یہ دیکھو کیسے طلالی بنے ہیں نقش و نگار
مگر ہے انہیں سے چوٹے ہی چہرہ بھی جو کرہ
بند ہا نظام فلک ہے کشش کے تار و شو
فرشتے او کی خوش المایون کو سنتو ہیں
غذائے روح ہے نغمہ جو داؤد سے دل
جو ہم ترانہ دلکش سے خوش نہیں ہوتے
وگر نہ غور سے دیکھو وہ دشت کے دوشی
چمیرے وہ نہیں عادی ابھی جو خدا کے
عبان سے چہرہ نئی آزاد یوں کی کیفیت
مگر ہے ایسی ہر دم صدائے نغمہ و ساز

<p>تو ہر لکڑہ کلیا میں ٹھہر ہی جائیگی تنہا و شہ یاز جو چہ بد جنون لگا چوئے سب الفہ شعر نیر جہی تو سب یہ کیا کہ او سکے تالبع فرمان تھے نگ اور بحر غرض جہان میں جاندار کون ایسا کہ ہو لاکہ تند مزاج اور ہزار سنگین دل مگر وہ شخص جسے موسیقی سے ہر نفرت ہے ایک تیرہ ارون جسکے ولین تو نہیں دل اسکا تو غم و غم سے کم نہیں ہے یا</p>	<p>بغور کان اوسس آواز پر لگا لگین گے اب او سکے بدلے عیاں ہر سکون لگا چوئے کہ غم و شمس کو یہ اختیار حاصل تھا وہ اپنی سمت اونہیں کہنچ لینا تھا کہ نہ جہیہ اپنا اثر ڈالتی ہو راگ کے لئے محال ہے کہ نہ تو غم سے خوشی حاصل صلہ خوب پر دل کو نہ جسکے ہر غمت و غاد مگر و غیب اوس سے کوئی دور نہیں کہ او کی طبع کی مٹی بہت محال ہے تہا</p>
---	--

ظاہر واری

<p>دوست کی ہر دوستی یا بار کی ہون یا باران ہے اگر قانون کو کیسا ہی اوس میں عجیب ہو ہے جو نہ ہب گویا کے لاکہ پہاؤ میں ہو ملے غاڑہ بہ حدیث و آیت و تفسیر کا</p>	<p>میں ان دو جو کے کہ میں دنیا کی ظاہر و باران ڈھانسی پستی میں معنی کی اوس سے طر باران پر وہ دارا و سکی میں ہر زاہد کی خوش کردار باران سب چھاؤ تیا ہے او کہ چہرہ کی ہر باران</p>
--	---

عجیب اس دنیا میں کوئی عجیب ایسا نہیں

۱۰۔ غم و شمس۔ یونان کا ایک فرضی شاعر تھا جس کا کمال یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سنگ و شجر کو
 اپنے راگ اور اشعار سے کہنچ لینا تھا اور بے پانی کر دکھ دیتا تھا ۱۱
 ۱۲۔ یونانی شہر لوچی میں اس عالم کا ایک سے طر سے جہاں مرنے کے بعد روحیں رہتی ہیں ۱۳

	جسکی شکل ظاہری سے نیکیاں پیدا نہیں	
انوش غیرت سے جنگوں میں نال سرور پہنچے اور ہوسے شل خود ہا سے گرد ہین جای خون سے بلغم و صفرا سفید و زرد ہین دار ہونے پر بیان رستم کے ہم نادر ہین	سیکڑوں دنیا میں ایسے پھیلا نامور ہین پست ہو جاتے ہیں ان پر گز کوئی ٹالے دیا چر کر دل اور جگر اگے اگر دیکھے کوئی بزرگ بل اور پر جیسے شکل ہو مرغ کی	
	عورتوں سے ہی ہین بڑا نام کے پر سوروان بنتے ہین رو باہ صغیر اور اہ کر بہر بیان	
اس صحر کے بازار میں تل کرکتا ہے جرمال کیجئے جتنا قص او سکا سچ نقص کمال ہین رمال جان بے لیے گہو گہو دے بال خاک میں بلجائینگے اکدن اب ہر اسے مال	حسن کی کو غور سے دیکھو تو کس جا بگال حسن جو کرتا ہے جادو آدمی کے قلب پر کرتے ہین ہر اگر ساتھ جو بازیگری آج جتنا چاہو انکو تم سنو اور بستاؤ	
	سب میں ظاہری دنیا کا غیر ناک ہے چاروں کی چاندنی ہے پھر اندر ہر اک ہے	
عیب چڑتا جائیگا جتنی نادر ہے کیجئے اپنی کشتی ڈالکر کیرن سین تپٹ کیجئے دو ایٹکا نظر گردور گہو نگہٹ کیجئے بات کو ہر ایک کی یادور ریچٹ پٹ کیجئے	چاہے ضد کیجئے اور چاہے ہنٹ کیجئے ہے قص وہ سندھ حسین بنان ہین بھار ہے گمان جو ہر پر آپ کو زرقا سب کوئی مانے یا نہ مانے پر کہے جائینگے ہم	
	جو طرہ وہ جج جسکو کرتے ہین دکھائی گئے بس سب سے ہر ماحول کو دیوانہ بنانے کے لئے	


زندگی کا تہیہ

دنیا ناشہ گاہ ہے انسان تاشہ گاہ
 اڑتا ہے پہلا پروہ تو دایہ کی گود میں
 روتا ہے جب کہ کسی ہنسا ہے خود بخود
 آتا ہے بہر کے فضل و بستان کا روپ ہر
 جاتا ہے ہر سہ کو مگر رنگت ہوا
 پہر دیکھئے تو ایسا عاشق کے ہمیں
 دلین کوئی خیال نہیں جو خیال بار
 پہر اوچی بنا ہوا ڈاڑھی چڑھی ہوئی
 ابرو پہل نظر غضب آلود دلین چرخ
 سر میں ہوا بہری ہوئی نام و نمود کی
 پہر اسکے بعد آپ عدالت پستانہ ہیں
 ڈاڑھی نکلی اور ہین منہ چین چکی ہوئی
 پردہ چٹا جب اڑتا ہوئی ہر تپ پٹا
 جبرائیل فرجانی کی ان سوکھی ٹانگوں کو
 مردادہ صدا جو پلاتی نہی دل کسی
 دو کیل جسکے بعد گئے گاڑا پسین
 آخری پردہ
 عدالت طغیلت کا وہ ہوتا ہے یادگار

کرنا ہے سات کیل بیان آکے ہر شہر
 اک طفل شہر خوار ہے آنا ہمیں نظر
 ہے رنگ فطرت او کی ادا و نسو جلوہ گر
 بستہ بغل میں رخ پہ چمک اور دل میں شہر
 مصداق ہے جو قول برٹش کا سرسہر
 آہن بوجہ ہاتھوں سے تھامے ہوئے جگر
 اشعار ستورہ زور کے ہر دم زبان پر
 لڑنے کو شہر سے ہے مہیا کسے کمر
 آمادہ جہیز کرنے کو ہے بات بابت پر
 تیار منہ میں توپ کے گیسے کو بخاطر
 وہ تو نہ اور وہ جب سہر و عامدہ کو کمر
 آنکھوں میں نور عدالت و عقل جلوہ گر
 ڈھیلایا لباس آنکھوں پر عینک جسکی کمر
 ہین و صحت جان سے ہی گویا فرخ ز
 رکنتی ہے آج گریہ اطفال کا اثر
 وہ کیل جسکے بعد ہے ہر قصہ مختصر
 حسین و دوبارہ ہوتا ہے بال و برہنہ

تصور بے ثباتی دنیا کی ہے وہ کیل بے اختیار ہوتا ہے دل جسکو دیکھ کر	
دندان و گوش چشم ہی جب ساتھ چڑھو دین	پہر خاک غیر مرگ تنہا کرے بے لہر
ذیل کے اشعار ایک جرمنی نظم کے انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہیں مگر افسوس ہے کہ مترجم اور مصنف دونوں کا حال معلوم نہ ہو سکا۔	
صلای عام	
کر ورون بندہ محنت جہانین کرتے ہیں کام	محال ہے کوئی دے اسکو واجب الغلام
جہازان سے کوئی اور کوئی ہے خواص	کوئی ہے کان میں کوئی کی مورد آلام
پسینہ ایک بہانا ہے کشت از زمین	شکار کے لئے کہو با ہے ایک سے آرام
معاوضہ انہیں دے ہی تو کوئی کیا دے گا	کو دے گا زہر مگر روح کو غذا دے گا
ہیں سامنے جو تھمارے یہ قسم کا بند	ہے مشکلوں سے پہر بختی جہان نظر کی کند
کرد و غور سے بنیادوں پر ان کی خیال	زمین کے پردہ ناریک کے تلے جو ہیں بند
یہ تین کام جو یہ مستقل مزاجی سے	اور اس طرح سے نہ تو تین چرخاک کی پیوند
تو کب یہ اوج تھمارے مکان دکھلائے	کہا نے تم یہ امارت کی شان دکھلائے
نہ کارخانوں میں محنت کریں اگر مزدور	کمان سے پائین گے سامان بربھو
نہ مل چلائے اگر کاشتکار کیتھون میں	قلم یہ معنی رنگین نہ کر سکے سلو

معاون ایک کا جسے ضروریات میں ایک	کسی طرح کی ہونست جو عزت اور اسکی ضرور
ہر ایک پیشہ کی وقعت کی چاہیے حد ایک	گر گوہر کا کام جدا ہے سب کا مقصد ایک
فلک سے گرتی سب جسم شمع ہنر میں سحر کے نور سے سب فائدہ اور آثار میں اسی طرح سے ہی لازم کہ نشر علم ہر عام	اوسے کو کرتی ہے روشن وہ عالمی جو زمین چکر اسکے واسطے نیک اور بد کی فہم میں ہوں فیضیاب برابر دل کین و زمین
خود کے نور سے یوں بہر دو طلب انسان کو	کتاب صاف بہر سے جطر سے مان کو
وہ شخص کام سے مٹی کا گودنا جکا اندھیری کان میں کوئلے کی کام کرتا ہر جو کیا گیا ہے دیانت کے ساتھ گر کوئی کام	مرد و کب سے کدل بھی ہوا دسکا آلودہ نہیں یہ شمر طاکہ باطن کا بھی ہو وہ اندھا تو نور عقل کا او میں ضرور ہے جلوہ
بہت سی چیزیں ہیں ایسی جو ہیں حیرت ضرور پہ نور ہر سے ہوتی ہیں مستنیر ضرور	
رمانہ وہ ہے کہ نیا مادہ کفش روز آکر کین کہ تجھے سواستی قدر میں ہم زمین پہ تو نے ہمارے میں خوشگے دیا	اور ثابین فخر و باہات سے اب اپنا حیات پاسکے دوبارہ اگر چہ اسکندر نتیجہ جکا نہ تھا کچھ سوا سے نقد و شمر
کسی کا بھی نہی تیغ و درفش نے بخش وہ فائدہ جو مری ایک کفش نے بخش	
ہر لوگ کرتے ہیں عمر میں گناہ کے کسب کمال	سب اوسکے دل کا سکون اگر تو آندہ بر ذیل

ہمارے بعد کریں گے ہماری جو تقلید یہی خیال ہے محنت کا جو محرک ہے	بنیں گے ہر دو اگر دہن اگر چہ ہلال اسی خیال سے جاتا ہے دل کا اضمحلال
خدا کرے کہ ہر انسان کو یہ خیال ملے ہر ایک قلب کو نور مد کمال ملے	
وہ لوگ غاصہ گو ہر نشان ہے جنگ پاس وہ لوگ بھر معافی سکے جہشناور ہیں پیشکنے دین نہ کہی دل میں ناامید ہی کو	وہ لوگ کرتے ہیں حکم جو عقل و دین کی سزا وہ لوگ جنگی زبانیں ہیں کشت جہل کو داس جو کام کرتے ہیں کرتے ہیں وہ بار و سواس
اسے نہ فرق من و تو وہ دن بھی آئے گا کبھی تو نور خسر و جہل کو مٹائے گا	
	

حامد و مصلیٰ



<p>پر دل کے نگینہ پر ترانہ نام کدا ہے تو وہ ہے کہ لائق کوئی کب تیری سرا ہے تو راہِ علاج جسم و ہڈی کی بنا ہے سب نے تیری قدرت کو مکرمان لیا ہے دہری نے بچے دہر سے تغیر کیا ہے یاں جہل پر اصرار ادھر اقرار خطا ہے بے شہد شرف تو نے ہی یہ اسکو دیا ہے پھر وعدہ بخشش ہمیں تو نے ہی دیا ہے</p>	<p>گویندین معلوم کہ تو کون ہے کیا ہے تو وہ ہے کہ خالق نہیں جز تیری کوئی اور تو سلسلہ علت و معلول کی جڑ ہے کچھ غم نہیں ماننے کہ زمانے بچے کوئی الہد ہوا کہتا ہے اہل نے ترانہ نام تو تراسا مگر فرق ہے ہر اک کی بھیمین اسلام نے ادھار پستی کو مٹایا تو نے ہی بنایا ہمیں اسلام کا پیرو</p>
--	--

کر عفو خیالات میں ہو کر کوئی لغزش
ضامن ہی تو اک بندہ ناجائز ترا ہے

گلاب کا پھول

غزلان کے چہرے گلشنِ پڑا تھا سب پانا
فراق گل سے بہت عند لب تھی بیاں

	ہمارا اُن ہر افضل ایزد متعال صبا نے لاکے دیا نردہ پیام وصال	
ہر ایک سمت ہوا عطر بار آنے لگی	پڑی تھی خشک جو کہیتی وہ لہلہائی لگی	
	زمین باغ نئے پہول پہر کھلائے لگی عروس دہر کا چہرہ ہے بہ خوشی لالی	
ادھر کو خواب میں بہرہ ہے سب کے بیکانہ	ادھر کو سرور کا کھرجو متا ہے متا نہ	
	ادھر ہے ہاتھ میں لائے گل کا پیما نہ ادھر ہے شاہد گل کا وہ دل فریب جمال	
وہ پہول جس سے چمن رشک باغ جھٹکے	وہ پہول عارض خوابی جو کہ نسبت ہے	
	وہ پہول عاشقوں کو جس پہ خاص رغبت ہے وہ پہول دلیر شہا ہے ہجر کا جو طلال	
مشام جان کو بناتی ہے تادہ اس کی بُو	جدائی اس کی رلائی ہے بلبلوں کو لہو	
	نہ کیوں ہو سرور کہ معشوقوں کی ہے ہمین غم انہیں کیڑے نازک مزاج ہے یہ کمال	
عبث ہے زخم جگر کی کہیں جو اس کو شبیہ	غلط ہے ساغر صبا سے دین اگر تشبیہ	
	فورا ہی غور کریں گے تو اس سے یہ بد پرہ کہ سیر باغ کو آیا ہے نو بہار کا لال	
خدا کی شان ہے بایہ گلاب ہے پہولا	بنک ہے معدن یا قوت بیان ہر جو مختار	
	ہر اک رد و شبہ عنادل کا چھچھے کرنا	

برکہ رہا ہے کہ بریا ہے کوئی مجلس قال	
زراستہ ہوتی ہے ایک اکہ ہری ہری ڈال	کہ جیسے سبز پری جہوتی ہر متوال
دو سبز پتون پہ شبنم وہ پہلو کی لالی	
زمرہ دگر و مال جن پسان کیا مال	
وہ بلبلوں کی ہر اک شاخ پر نواہی	کہ جسکے آگے بد آہنگ ساز افرنجی
نیکون کی دہر و گلچین مین پوش کر نخی	
غضب ہے اڑت مین جا اگر کب کیا مال	
نہا مومیر جن دیکتا مین بر حیات	ترانہ نخی بلبل گلون کی کیفیت
ہر ایک چیز نظر مین تھی منظر تہرست	
دل اس نظارہ جان بخش سے بہت نہا جمال	
کہ ناگمان کسی شاعر کا دان گزار ہوا	وہ گل کے حسن دل افروز سے دو چار ہوا
جگر مین نیر الم چہرہ کے دل کے پار ہوا	
کیسکے چہرہ رنگین کا آگیا جو خیال	
کمال شوق سے اونسنے پہل پہل ڈھلایا	کہی تو انگوٹہ نہ رکھا او سے کہی نہ نگما
لگایا سینہ سے پھر سو نگما اور مل ٹوٹا لا	
چسکے کے خاکہ آخر کو کر دیا پا مال	
یہ دیکھ کر مجھے پیدا ہوا اک استعجاب	بڑا مین او کی طرف لاسکار خبیط کی تاب
سبب جو لو چا دیا مسکرا کے اونسنے جواب	
کہ آپ کو نہیں معلوم ابھی زمانہ کا حاصل	

زمانہ ہوتا ہے ظاہر پرست و ظاہر مبین	ہر ایک مرتاسے اوپر جان ہر کوئی حسین
بلائے جان ہے مگر یہ مہربان حسن نہیں	بنو ردیکے اگر کوئی عاشقوں کا مال
سدا گذرتی ہے یان بابل و نیکو سرشتی	پہ گوشت گل جن کہ مطلق بھی کچھ نہیں
سدا وہ آتش زرت سے رہے جن ہشتی	پکیا مجال کہ انکو پو اک ذرا بھی خیال
خبر نہیں مگر اس کی چاروں سے بہار	خزان کل آسکے مشاویگی بگو گل ہوں کہ خا
سوا خدا کے کسی کو نہیں ثبات و قرار	ہر اک رویش ہے ہر پلاہرا قضا کا جال
عبث ہی بارالم سر پہ کیوں اوٹھای کوئی	نا اچھی شکل پہ ہرگز کسی کی جاسے کوئی
خضر و سپر جو حسین سے دل لگائے کوئی	تو حسن طبع کو لے پہلے جانچ اور بر تال
یہ مجھ سے کیلے وہ کچھ سوچنا روا نہ ہوا	برا و سکا قول سر سے حق میں تازہ بانہ ہوا
کہ ترک حسن پرستی کو اک بہانہ ہوا	ذاب زاق کا غم دلو سے نہ ذوق وصال
خدا جو گوش نصیحت نبوت و صفات	تو راہ راست کو انسان کیوں پر ضما
یہ انقلاب طبیعت ہے در نہ اسے ضما	ہیں دن دہی ہی راتیں ہیں اور دہی ہر سال

بلغ آرزو

خواب تھا یا خیال کیا جانے
 باغ تھا ایک رشک باغِ جنان
 نر بہت آگین تھا کچھ عجب باغ
 سنگ مرمر کی چار دیواری
 ایک پہاٹک بڑا سا تاسر راہ
 اوسکے میچے طلائی حرفِ نین تھے
 دور تھا وچشمِ منتظر کی طرح
 بید ہر ترک میں چلا گیا اندر
 دل کو فرحت نسیم نے بخشی
 ٹھنڈے پانی کی ہر طرف نثرین
 حسن و خوبی میں فرد سارے نہال
 اوسنے طوبیٰ کو کیوں سیدھا جانین
 نخلبند ازل کی تھی خدمت
 جیکے پٹنے سے آئی تھی یہ صدا
 یہ سہان دیکھتا ہوا میں بڑھسا
 اس چمن کا ہٹا ڈھنگ ہی کچھ اور
 گل یہ دیکھ کر کسی نے اور نہ سنے

کیسے میں وہاں گیا خدا جانے
 دل کو دیتا تھا جو سحرِ اغِ جنان
 گل بنیں جبین جا کے دھکے داغ
 تھی جو اس کی جب پہ گلا کاری
 سب کے اوپر لکھی تھی بسبب
 خیر مقدم کے جا بجا طرے
 تھی سب ٹھک رہنا خضر کی طرح
 منظرِ شانِ حق تہا وہ منظر
 جان گل کی شمیم نے بخشی
 مہرِ انقاس حورِ نین لہریں
 قامتِ حور سے جنین تھی مثال
 جو نہ کیا ہوا سو کیا جانین
 پتا پتا تانِ سخنِ قدرت
 شمع آرزو سے بان بستا
 سانسے اک چمنِ نغمہ آیا
 یان کے پہلوؤں کا رنگ ہی کچھ اور
 بلبل جان کیوں سے اپنا دہنہ

او زمین تھی کہ عجب عجب دلچسپی
 او نگار نگ اور نگار و پرب سے جدا
 کوئی شے زمین بن نہیں آتی
 بیثباتی کی سچے مثال کمان
 تین رنگین یا کہ اون میں نہیں تسلیم
 ہر اک اپنی طرف بلاتا تھا
 توڑنے کے کدوب ہیں لاثانی
 جی میں رہا کہ شوق گلہ پینی
 الغرض مجھے جب رہا نہ گیا
 تا بہ امان گل نہ پہونچتا تھا
 بلبیل عقل کی صدا آئی
 دیکھ لے بلغ آرزو ہے یہی
 خوشنما ہیں اگرچہ یہ گل تر
 اس کے پیچھے نہ وقت کہو اپنا
 مثل غنقا ہے ظاہر آئید

دیکھ کر جنگجو بھی بھڑکے نہ کبھی
 جہنم جنت کے پہول ہی ہوں خدا
 جتنے تشبیہ اور کنو دی جاتی
 اس قدر وسعت خیال کہ سان
 سر قدرت کی سہل سہل تفسیر
 جلوہ دکھلا کے ہوش اوڑھاتا
 تھی یہی میرے کدو لگو حیرانی
 نہی کمان فسر عاقبت بینی
 اپنا دست ہوس دراز کیا
 خار حسرت نے ہاتھ چید ویا
 ہم نہ کہتے تھے کیوں سن اپانی
 جنگجو نہی جسکی جستجو ہے یہی
 ہاتھ لگتے نہیں کسی کو مگر
 دشمن مدعا ہوا پنا
 ہے مقدر مفسد امید

سوچ بھر ہوس سے بچ نہ رہا
 عالم آرزو ہے عالم خواب



نکین گل آنکھ جو کیش بن اپنی تعلیم صنعت و حرفت پر ایک نظم لکچر

شب نظر آیا مجھے خواب میں اک ہر جا
گل سے رشاد تھے اوردہ خاک حسرت
رشتک تہا سر و کمر جس قد پر وہ بالائے ہی
باد و ناز سے جو ست سدا ہتی تھی
ہو رہے تھے وہی لب لکچر چاہنے سے سفید
آکے بیٹھا مرے بالین پر بلبلدیخ و تعب
دیکھ کر ادھر کو لگا بیٹھنے دل آپ ہی آپ
کف انفس کو ملتا رہا میں پہلے تو
آپ کا نام ہی کیا لائے کسانے تشریف
دیکھ کر منہ کو مرواؤںے بعد حسرت و یاس
میں ہوں امید زری بھول گیا کیسے بھگم
سنبھل لازم تھی تجوز و فسخہ اموشی یہ
نام پر سسٹکے لگا دل پر مے نیر الم
برلی ہاں اور برا ہوتا ہے محرومی کا
نام ہے جسکے فنا ہوتی تھی روح حسرت

نہا عیان چہرہ روشن سے گاہ بھولا
چاند سے چہرہ پر بکھرے ہوئے سر کے بال
بار سے رخ و الم کے نما جکا مثل ہلال
تھی وہی آنکھ خود پر از اشک لال
برگ گل کے لئے تھا خال الم جکا خیال
بیتہ بہ حال جو دیکھا تو ہوا سخت طال
چرا گیا غلب حزین پر مرے اک ابر ہلال
بعد کچھ دیر کے اوس ماہ کی پریش طال
اور یہ کیا حال ہے فرماؤ نیک خصا
یوں کسا آؤ نہیں تجکا اب میرا خیال
و بیان کننا نہ مارا کیسے ہی ہوتے اشغال
کچھ بھی میں آنا کر چاہے تھی شکر حال
بہر کے اشک آگامو عین پوچھا کہ کیا حال
کر دیا دیکھ اسی ہونے میرا حال
ہو گئی ہے اسی امید کو اب زیت و بال

حیف صد حیف نہیں کوئی ہی پرسان ہنر
 کیا اگر تو نے ریاضی میں ریاضت بھی کی
 کیا جو اشکال کو سمجھا بھی تو اقلیدس کی
 بات بھی پوچھنے والا نہیں جب کوئی ترا
 فائدہ اس نری جزا فریبہ دانی سے جب
 تو نگنا م سے کیا جھکے ملا یہ بستا
 پہنے مانا کہ نہیں ٹھہر میں تیرا منہ
 یہ بھی مانا کہ یہ ہیں قدر کے لائق باتیں
 جب یہ حالت ہو زمانہ کی تو پھر تو بھی بستا
 شکستہ بیٹہ کسا اوس سے کلاؤ شکستہ شور
 یہی باتیں نہیں کہ دی پر فرار نے آواز
 اسکی باتیں نہ جا بہر امید ہو جو دم
 نام کو نہ روٹی ہی شد بد بختی گرا بھی گئی
 یہ تو کیا تیری دایم آہ ہو اگر تو جھوتا
 یا کہ جھوٹا کوئی میر ستر و آبل آبل تو
 گو کہ ہر تاسے یہاں ایک کا ایک ست گھر
 ہند میں دست گھر جیسے سلمان ہیں گھر
 اور تو زمین سے جہاں ہر گھر گھر - مگر
 انکا پڑنا ہے پڑنے سے زیادہ میسود

دام افروس کہ دنیا میں نہیں تسد کمال
 کیا اگر چند سہ مین کوئی نہیں تیری مثال
 اسکی شکل کو دعویٰ میں ہو جب بخت کا
 چڑھ کر منطقی کو تو بیروہ نتیجے نہ نکال
 بیٹھنے کے لئے اک گوشہ کا ملنا ہو حال
 بڑھکے تانے پڑے باہمی اگر علم و حال
 پہنے مانا کہ فن نظم ہے تجھ کو کمال
 تہہ در ان کا ہے زمانہ میں پران اور کوئی
 کہ طرح سے ہوا انسان کو لئے دیت وہاں
 کہی ممکن ہی ہو اس درد کا در مان کہ حال
 وہ بیان ہو تیرا کہ ہر اور کی گمان ہر اخیال
 ایک دن فخر نہلت میں یہ دیگ تجھے ڈال
 اسے غافل اسے غافل نہیں کنو ہر کمال
 یونیورسٹی کو ملنا تجھے اک گوشہ ڈال
 غیر کا دست نگر ہوتا ہی پڑتا ہر حال
 زندگی بے مدد و غیر ہے دنیا میں حال
 شاید ایسی کسین ڈھونڈے سے کی ہلکی نہ مثال
 آنکو جب آیا ہے آیا ہے غلامی کا خیال
 گو کہ انگلند بھی جاتی ہیں جیتے ہر سال

علم کوئی بھی ہوا چاہے مگر سوچو تو
 جسکو پیرسٹری کی تمہیں چند ان حیات
 میرا مطلب نہیں یہ سیکھو نہ قانون کو تم
 میرا مطلب نہیں یہ تم نہ کرو نہ کر بان
 مگر انسان تو کرو غور کہ اک قوم کی قوم
 اس کو سوچو کہ گورنمنٹ کی امداد بغیر
 اس تمنا سے غلامی سے محمد خداسن
 تمہیں کیا عام مسلمانو کی حالت ہو یہی
 کچھ حکومت ہی پر دولت کا نہیں مدار
 جنہیں ہندو بھی یہودی بھی ہین رشتہ ہی
 انہیں ایک اک ہر کر در و لکا دہی آجکے دن
 ہے کھلا سبکے لئے پشہ وری کا میدان
 قوم سے دور شوگا کسی ہرگز افلاس
 ہے غرق یہ صناعیت کی بدولت ماری
 ہے کرشمہ یہ صناعیت ہی کا جو چار طرف
 ہے صناعیت ہی کی قوت جو ہر مین انسان
 اہل یورپ کو ہر صنعت کی بدولت یہ عروج
 کیا عجیب جگو پہننے کو نہ کھڑا ہاتھ آئے
 اور کپڑا ہی سہرا اگر آجائے کہین

مگر کس علم کی دنیا میں ہو حاجت فی الحال
 نہ ضرورت تمہیں اسکی کہ نہ پولیٹیکال
 میرا مطلب نہیں یہ اس میں نہ لوگوں کی
 میں تو خوش ہوں جو مسلمان ہوں گورنمنٹ
 ایک ہمیشہ میں کس طرح کر کہ کسب حلال
 کونسی فکر بنا سکتی ہے نہ کو خوشحال
 کہین ہر طرح ہے کہ بچا کر و ثمر آنا مال
 کہ میں کہنا نیکو نہیں سر میں حکومت کا خیال
 اور تو میں ہی میں محکم مگر میں غرض حال
 اسے مضبوطی و دولت کے کیا عہدہ مال
 سا کہ ایک ایک کی انگلی سے ہر تانگال
 جاؤ یہ کچھ صناعیت میں کر کہ کسب کمال
 علم جب تک کہ نہ حاصل کریں ہم ٹیکنیکال
 دامن دولت بوجھ ہے جو ہوں مالا مال
 صفحہ ارض پہ پیلا ہوا ہریں کا جال
 اگوتا ہر تار ہی پر ندوں کی طرح بچہ و بال
 اور ہے بے ہنری سے ہمیں ہر روز زوال
 میاں خسر کا نہ اک سال اگر آئے مال
 سینے کیواسطے سوزن کی دھن ہوگی کڑاں

<p>کیا عجب گھر میں ہمارے سنور و سخن چلنا و اسن و ویٹ نہ بیجین جو شیر زادیر بوس سقے آرام طلب ہو گئے ہم جاہل ہیں گر چلا ناہی شینو نکا ہمیں آجائے یا بدست و گرے دست بدست و گری</p>	<p>ہند میں دیر اسلامی کا جو پڑ جائے کال چیلین ویسی ہنکر ہین چلن ہو محال بند ہو جائیں جو مل پانی کا پڑ جائے کال محض بیوہ ہی جیتک کہ لین ہم انہیں ٹال کہ قدر قابل عبرت ہے ہمارا یہ حال</p>
<p>روک وین ریل کو اگر بڑا گرا سے ضامن حیدر آباد سے کنتور کو جانا ہو محال</p>	<p>روک وین ریل کو اگر بڑا گرا سے ضامن حیدر آباد سے کنتور کو جانا ہو محال</p>
<p>مست</p>	<p>مست</p>
<p>دور ہو سامنے سے ای غم دلہ و زکین تجھے بڑا کر کوئی لٹکا لگا دے سفاک و لعین</p>	<p>روز منو سس دشب تار کے فرزند نہیں سچ ہی دنیا میں کسی کا بھی تجھے در نہیں</p>
<p>کون ہے وہ جسے تو نے دہریشان کیا کتنے گھر ہو گئے وہ تو نے جنین ویران کیا</p>	<p>کون ہے وہ جسے تو نے دہریشان کیا کتنے گھر ہو گئے وہ تو نے جنین ویران کیا</p>
<p>قعر تنہائی و عزالت کیمن ڈھونڈا ابٹا کر چوڑا لند مجھے دیکھہ کوئی اور ہی گھر</p>	<p>جس سے بڑا کر منو منظر کوئی پر پہل دھڑل ساتھ تیرے نہیں لیکن کہ ہوا انسا کی سہر</p>
<p>ایسے غوغو ار سے دشمن کو ہی امد بچاے کسی بد بخت کی محض ہرین ہی توراہ نہ پاسے</p>	<p>ایسے غوغو ار سے دشمن کو ہی امد بچاے کسی بد بخت کی محض ہرین ہی توراہ نہ پاسے</p>
<p>تو وہ اژدر سے غدا خلق کو دی جس ہی تباہ دیکھہ گوشہ وہ تری دلکی طرح ہو جو سیاه</p>	<p>تو ہے وہ دیو کہ دنیا کو کرے دم میں تباہ شب تا یک کو ڈھونڈ رہے نہ ملے جسکی راہ</p>

مجھے کیا کام تجھے دور ہو مرد و کسین بزم ہستی سے تری شکل ہو نابود کسین	
جا کے اب تو بھی اُنہیں گھاٹیو نہیں ہر پنا کون ہے جو تری ہاتھ سے نہیں ہے تالان	جو ہون تیرے دل تاریک کی صورت دِلان کانپ اڈھتا ہے تری نام سے ہر پیر جوان
پھر بچوڑا دے ہرگز جسے تاکا تو نے دل چکا باد تھے ڈالا دہن ڈاکا تو نے	
دیکھ سکتا نہیں جبط سے تو غش مالی شارمانی کے لئے دلیں جگہ کر خالی	یوہن بگنہ نہیں برائی تری صورت کالی کوئی ساعت میں مسرت ہے اب آئینہ ال
راحت روح روان فیض کرم اوں کا ہے مشرقی اور عطار دے جنم اوس کا ہے	
یہ مسرت وہ ہے یکیش نے ہے جسکو پالا بزم عشرت میں ہی شمع کا ہے اُجیلا	یہ مسرت وہ ہے جم جکا تہا دل سے شیدا خیر مقدم میں اسی شعلہ کے تہا جشن سدا
بادہ ساغر جم نشہ مل ہے تو یہ ہے ردنق باغ جہان نگہت گل ہے تو یہ ہے	
فائل کشت مراد و شمر فائل	گل گلزار جوانی شجر عمر کا پھل
<p>سے۔ جسکے بکسر مدد و فرخ کا فاعل۔ یونانی رہتا لہجی یاد دوا افسانوں میں مشہاب اور عیش و عشرت کے دیوتا کا نام ہے ۱۱ سے اچھا اگر یہ لکھو کی زبان حال میں اب متروک ہے اور اس کی جگہ پُر جالا بولا جاتا ہے مگر یہ زبان ہندی میں یونین صبح ہے اسلئے بیٹے اسکا استعمال کی جاتا ہے۔ ۱۲ جشن سدا۔ دنیا کا سب بڑا جشن جو ہر شید نے بہتر سے لگے ہو کر کیا تھا ۱۳</p>	

یہ جو غنوار ہو بیکل کو بھی آجائے کل	یہ جو دلدار ہو جنگل میں مسالو جنگل
اسکے باعث سے ہر اک دل کا چمن تازہ ہو	چہرہ شاہد عشرت کا یہی غارہ ہو
یہ پری وہ سچہ کہ سب جن پہ جسکے میں ثنا	دلربا اسکی او آئین ہیں تو دلکش اطوار
آوی وہ نہیں آتا ہر روز اس پر جسے پیار	سارے عالم کی سچے معشوق یہ پیش نظر
یہ اگر آگاہ پہ لے تو قیامت ہو جائے	بزم ماتم ابھی ہر محفل عشرت ہو جائے
یہ نہو پاس تو رہتی سچے طبیعت بیکل	یہ نہو ساتھ تو آجائے حواس نہیں غفل
یہ نہو گر تو چلے پھر کسی دنیا کی نہ کل	یہ نہو گر تو کرین لوگ تنہا سے اہل
یہ نہو گر تو رہاں کو اسیری سمجھو	یہ نہو گر تو امیری کو فقیہی سمجھو
سچے سرت ہی ادا الوالعزنی ہمت کی دلیل	سچے سرت ہی کرم اور سخاوت کی دلیل
سچے سرت ہی مہا خادہ و موت کی دلیل	سچے سرت ہی ہر اک روح کو راحت کی دلیل
گر سرت نہو حاصل تو سچے دولت کیا چیز	یہ نہیں گر تو سچے دنیا کی حکومت نا چیز
اے سرت او ہر آئین تری صورت کے شمار	پہنیکہ سے سحر او شمار کہین افکار کا بار
جلد ہو و دل غم و درد سے کلفت کا غبار	ساغر بادہ عشرت کو بناوے سرشار
تیار عاشق ہوں مجھ تیری محبت سے کام	نہ فقیری سے غرض ہر نہ ادا سے کام

تیرے ساتھ اگر دہلین جوانی کی انگلی	وہ نہی کھیل وہ چہلین وہ بشارت دہ رنگ
خوش کروں تجھ کو دیکھا کرچین نظم کارنگ	تنگے پہ جا بجے بل خوش لہجہ ہی رنگ
پریہ خدمت قری جس وقت براسے مجھے	کہیں پہ تو نہ کہی آنکھ پر اسے مجھے
کر یہ اقرار کرے گی نہ کہی کیا دی	تا کہ ہو غلط بین حال مجھے سچی شادی
ایک پہلو میں ہو تو ایک طرف آبادی	انہیں پر پوٹے رہی گھر کی سدا آبادی
عمر بہر بہرین پھوڑن کہی ہرگز تجھ کو	چھوڑ دے تو نہ کہیں سے تو ہی ڈر سے مجھ کو
ہینے دیکھے ہین بہت عیش و مسرت والے	ہینے دیکھے ہین بہت محفل عشرت والے
ہینے دیکھے ہین بہت دولت و ثروت والے	ہینے دیکھے ہین بہت شوکت و شہرت والے
جھکوان سب کے ہر اخصاں نے دیکھا	وقت پر ایک کو بھی کام نہ آئے دیکھا
دیکھ یہ کوئی برا ماننے کی بات نہیں	کوئی عیب سے سبب تلخی اوستا نہیں
کوئی شہر سے وہ حسین خرابا نہیں	کون کروا ہے وہ جس کی رکافا نہیں
جو مقدر ہی میں لکھا ہو مٹاؤ اسے کون	ہمیں ہاتھ نہ لگاؤں تو بناؤ اسے کون
ساتھ تو دیکھی تھی جبکہ نہ ہم جدی بڑھیں	پاگے تھوڑا سا سہارا نہ بہت سر پہ بڑھیں
ٹھنڈا لو کہی بڑھتا نہیں کتنا ہی بڑھیں	برو باری کا سبق چاہی تو ہم سے بڑھیں
چھپتا اترائیں نہ اس کو بکرا ہست دیکھیں	

برنج ایک آنکرہ سے ایک آنکرہ سے راحت کہیں

یارانِ رحمت

<p>جس نے پیدا کیا زمانے کو روز و ماہ و سنین و لیل و نہار کبھی جاڑا ہے اور کبھی گرمی انہیں ایک ایک کی ہوا ہو آگ لگے گرمی سے مانگنے سب امان اہلِ یورپ چلے ہیں نیلگرمی ! جاسے خواب ہے خواہشِ شراب ہر طرف ہے مچی تڑاہ تڑاہ آنکھیں ہر دم لڑی ہیں سو سہا روز افزوں ہے درو و بھوری جسم کی چربی پگھلی جاتی ہے</p>	<p>حد شایان ہے اوس یگانے کو ارض و انلاک اور جہاں و بحار کہیں سختی ہے اور کہیں نرمی انہیں ایک ایک کی فضا ہو آگ گدرا جاڑوں کا خوشگوار سان گرمی اور وہ ہی ہند کی گرمی باد و عماروں نے چوڑی ہے شراب تھکا تھکی بڑا ہنگامی تنخواہ رند یاران کی مانگتے ہیں دعا شاقِ بنتِ عنیب کی ہے دوری کس قیامت کی ابلی گرمی ہے</p>
---	--

دو ٹکڑا جلیبہ کا چڑے یار سب

اس مصیبت سے جی بچے یارب

<p>جان میں جان آئی پائی نبات مہر نے پہر محل سے ابدلی دل کی کہنے لگی کل بارے</p>	<p>لو لگا مرگ آگئی برسات چرخ نیلی نے پہر قبیلہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی بارے</p>
---	---

<p>ہجوم کر پھسرا دھڑا دہاڑا ہزار دھڑکیا دل سے کلفتوں کا غبار غول کے غول پہرہ آنے لگے دخت زد کے یہ چاہنے والے جان جاے جگر جلے تو جلے مٹے و معشوق و جام و مینا ہو اب تو قسمت سے آگئی برسات</p>	<p>تو بھی تھی وہ پڑ پڑی سچ بہار بے پے کج رند ہیں سب شرار دھوم مینا نہ مین مچانے لگے سب میں الفت نہا ہے والے آبر و خاک دین ملے تو ملے انکاساں ہوا اور دنیا ہو زندگی موت ہے خدا کے ہات</p>
<p>ہاں کوئی جام تو پلا ساقی عینک اچھی سے اک چڑھا ساقی</p>	
<p>آج کرنی ہے چٹکے بلغ کی سیر تو بھی کھڑکی سے سہ نکال ڈرا دیکھ بارشش کا مہر ہ ساقی سکنا ایک کشش کا صاف ہوا قحط نے ابکی مار رکھا تھا یہ جو بادل بہت گر جتے ہیں کیمین جینگر ہی راگ گاتے ہیں یہ پہوار اور یہ گھٹا گنگامور عیش و عشرت کا سچہ ہی چنگام باغبان آج ہرور ہے ہین نہال</p>	<p>اور ہے منظور دشت و باغ کی سیر دیکھ چھائی سے کھسکی کالی گھٹا ایک مین ارض اور سما ساقی ابر رحمت نے تار باندہ دیا بارے غامی نے اپنا فضل کیا قدرتی شادو یا نے بجتے ہیں کیمین مینڈک ہی غل مچاتے ہیں کوک کوئل کی اور سور کا شور شاد و فرحان میں سب خواص و عوام کاشتکار و نکاح و نہ خوشی سے ہر لال</p>

<p>کوئی بودے کہیں بھاتا ہے کوئی ہل چلے گھر سے آتا ہے سردی کمانے کا غم نہیں اسکو</p>	<p>کوئی شاخیں کہیں لگاتا ہے پٹے پانی میں کیت جاتا ہے عید سے دن یہ کم نہیں اسکو</p>
<p>الغرض اک عجب بہار ہے آج جسکو دیکھو وہ محو کار ہے آج</p>	
<p>چار دن بعد آکے دیکھنے گا ہر طرف کیت لہلہا میں گے</p>	<p>یاں کا کچھ رنگ اور ہی ہو گا دشت کو آب باغ پائینگے</p>
<p>باغ کا کچھ نہو ہے احوال در گل سے ہیں شاخیں مالا مال</p>	
<p>میں عروس میں نہا کے ہوئے دیکھ کر اس کو وہ اکڑتا ہے شاخیں مستانہ وار جوتی ہیں آب رحمت سے آنکھ دہلوائی پر سے تالابوں کی خوشی وہ چند قطرہ جو آسمان سے گرتا ہے آبشاروں کی سی بہار الگ انکے نعمتوں کا ہے زاوول کوہ جو تھے درشت مسادہ مزاج ابکی بادشہنشاہ آہی گئی</p>	<p>تن پہ غلٹ نئے سجائے ہوئے حسن سے اپنے آپ ڈرتا ہے کلیان پہ لوگوں کی منہ کو چوتی ہیں آج زگس نے ہی شفا پائی شور لبیک ہر طرف سے بلند آب تالاب گرد پہرتا ہے انکا ظہور الگ ہے تار الگ دن کو ہر عطف رات کو ہر ہول وہاں پر شاک وہ ہی پنے ہیں آج رنگ اپنا یہ کچھ جا ہی گئی</p>

<p>الغرض یہ عجیب موسم ہے یہی وجہ بقائے عالم ہے</p>	
<p>بالیقین ہے تو یہ ہے جانتا سوہیوں سے جہان کی گوہری اس سے شہزادہ چشمہ و دن دور اس سے غبار کلفت خستہ کشکھ کا راسکی وجہ سے خوشحال باغ پر برگ و بار اس سے ہے پیشے دوکان ابکاری ہیں اسکے اوصاف بے باریت ہیں ضامن اب بس نین یہ تیر کام</p>	<p>اس کو کہتے ہیں رحمت یزدان اس سے عالم کی کہنیاں ہیں ہری اس سے سرسبز دشت و باغ و چمن اس سے لبریز جام عشرت خلق تاج اس کے سب سے بالا مال گلستان پر بہار اس سے ہے ندیان سب اسی سے جاری ہیں اسکے الطاف بے نہایت ہیں فیض جاری اس سے گاسکا دام</p>
<p>ہستی بے ثبات ہے انسان رحمت کر دگار بے پایاں</p>	
<p>راستی</p>	
<p>گم گشتہ ہوں راہ پر لگا دے پر ہوں دُخ پر میں سارے جادے کیونکر طے ہو گا یہ بتا دے تو دور ہے سے مجھے دکھا دے</p>	<p>اسے خضر طریقی راستبازی ہمت کوتاہ دور منہ منزل دشت پر خار راہ میں ہے کس سمت ہے کوئے نیک نامی</p>

شاہ فیض قدم سے تیرے	پاؤنٹن مرے خدا سکت دے
<h1>نیک</h1>	
عقل سے اپنی کیا مینے سوال بولی اللہ بحسب المحسنین کیجے نیک اپنے اور بیگانہ سے	کام کیا کیجے بڑے جس سے وقار حسن نیت پر ہے عزت کا مدار اس سے بڑا کیا ہے وجہ افتخار
<h2>عیب جوئی اور گناہ میں فرق</h2>	
کہا واعظ نے کل یہ ضامن ہے اپنے مالک کا ڈر نہیں جسکو عیب کرنے میں جسکو باک نہیں اگ لگتی ہے تن بدن میں سر کہا ضامن نے ہے بجا ارشاد آپ ہر نیک کو ہی بد کہتے اپنی نیکی پر فخر آپ کو ہے	ہے جو انسان گناہگار خدا نہیں خلقت سے جسکو شر مہیا نہیں غیبت سے جس سے اصلا ہو نہیں ایسا کسی کو گرہ پاتا پر ہے حضرت مین اس میں فرق اتنا وہ بڑے کو ہی جانتا ہے پہلا اور اس کو ہے اعتراف خطا
<h3>آپ ہی اس میں اب کرین انصاف میں تو کچھ عہد ض کر نہیں سکتا</h3>	

— ۱۹ —

نذہب کی پابندی کی اتفاق میں کیا دخل ہے

ایک صحاف جہ بازار میں کل ساتر ضامن بھی تھا میرے دوست پیشے ازراہ تفتن پوچھا پہلے کچھ دیر تو ساکت وہ رہا یہ ہے مگر جامع اوراق کتب	باندہ تاجسد مجھے آیا نظم کیونکہ ہمد ہے مرا اور یا دور اہل نذہب کو ہے کیا فوق اس پر پہر حجاب او سنے دیا یوں ہنسر تو نہیں وہ جامع انس اور شہر
---	---

عصمت بی بی از بے چادری

ضامن نے آگ لگا سکر گل باہ میں یہ پوچھا دولت کہیں سے تجھ کو مل جائے تو کیسا	اہل دول کی اکثر کرتا ہے جو مذمت یہ لاکھ بہاں آسم کیا جائے کیا ہر حالت
---	--

نیک نامی

نیک نامی عجیب دول ہے جان دیکر یہ ہاتھ آئے اگر	اس سے بڑھ کر جہان میں ہی کیا چیز تو اسے جان سے جان عزیز
--	--

سخت کلامی

لگا کر تیر جو بند آنکھ کر کے تیر انداز اسی طرح میری جو بے سوچے بات کی ضامن	پڑے نشان پر کرے یا ہدف کی کا جگر نہ جانے کیسا ہر سامع کے دل پر سا اثر
---	--

اشرف المخلوقات

ہاتھ میں ہمارے گھر ہے جو چاہو کر طبع انسانی پر ہر حکم ہے انسان کی اشرف المخلوق وہ ہے جو عقل سے	اوسکو مسجد میں لگایا ہے یا بنا کر بندھ اوس کے بس میں ہے کہ چاہو اوسکو دیکھنا بدترین خلق ہے جو جیل کا پیر و ہوا
--	--

تہذیب اخلاق

لوہے سے سخت چیز ہونی یا مین ہر کوئی عادت درست کر نہ سکے اپنی آدمی	جو شکل پاس ہے اوس کی بنائے مگر گناہ ہے جیسے حیف و لپیہ نہ یہی اختیار
--	---

ایک گدے مہر م کی سچی حکایت

سچ کل کا واقعہ ایک شاہنشاہ جو مسلمان تھے ہوئے یونان و روم اگر گدے کی ہو کا ہونا یہ کہ ایک ماہی کے کچھ جانور گئی باہر گناہ کیا راہ مولا کا ہی سودا ہو نہیں سکتا سنا یہ بیشبہ شہرت کا جھگڑو یاد آیا	صد دیتے ہو کر در پہارے ہی چلے آئے اور دیکھا جو سولا راہ اوس کی ہو کہ ملو اسے کیا اوس ہمیکہ کورہ اور سائین خوب برا ہے کرین کیا ایک بے کچھ پیسے ہر تلی ہو کو دلو اسے کہا ہے خوب ہی اللہ رحمت اوس پر فرما
---	--

گدائی را بہ نخواست میکنند ارم و زور و دیشان
چو میکند اگر میباشند این قوم دنیا سے

وقت

دریا کی اور وقت کی ہے چال ایک سی روکے انہیں کسی کی ہلا کیا مجال ہے مگر تاسے بحر میں وہ تو بحر ابد میں یہ لیکن خدا نے چشم بصیرت ہے ہر جگہ دی یعنی کہ بے نتیجہ نہیں آب کی روش شاداب ہوں و دشت تو سب بزم غم غم	بہتے ہیں دونوں ایک ہی رفتار سے سلطان کی فوج ہو کہ ہو عباد کی دمس حالت میں انکی فرق نہیں کوئی ظاہر ہے فرق ایک انکی نظر میں بہت بڑا دریا جہان سے گزرے مقرر ہو فائدہ کمیٹی ہے ہی ہو اور مقام اسکے سیوا
--	--

لیکن جو وقت کو یوہین بیکار چھوڑ دین
اولٹ مندر ہو نفع کسان فائدہ کجا

زمانہ کی رفتار

وہ سبک رہتے نہیں کہ شل شل قید ہی گر رہن تو سر جکڑے ہوں وہ دوشی کہ مجھے سیکھتے ہیں مہر جلتا ہے دیکھ کر میری چال کوہ و صحرا کو ساتھ لیکے پہلے	ایک مہینہ جگہ وادی کی کسار ایک حالت پر کب مجھے ہے قرار طور گردش کے اوزیل و نہار ماہ سے میرا اک جلوہ بردار میںے ثابت کو کر دیا سپار
---	--

۱۔ دراصل یہ مضمون ایک انگریزی نظم کے بعض اشعار کا ہے لیکن چونکہ اس کے کلمے وقت و تودہ اہل نظم
پیش نظر تھے اور نہ مصنف ہی کا نام یاد تھا اس لئے اسکو ترجمہ کے تحت شمول ہے الگ کر لیا گیا۔

<p>مگنہ تیز گرد گردون بھی قصر سب حکمت فلاطون کے سیری گردش کا کیا ہوا اندازہ ستم گناہستہ ہو کے آخر کار سیری پل پہرین ہو گئے سہار کسے دیکھی خیال کی رفتار</p>	<p>مگر اس دوڑ دھوپ پر بھی رہا بہت آگے زمانہ غدار</p>	
<p>قناعت</p>		
<p>سکون قلب ہی کو جانتا ہوں میں راحت ہے میرے سینہ میں نہان جہان کی نعمت بغیر منت غیری ملی ہے یہ دولت کہ پورے ہونے میں جگے ذرا نہ وقت ہوا نہیں کہی بیرون حیطہ قدرت اوی سے بچ بھی ہو اور اوی سے ہر راحت او کی بات نہ سے ملتی ہے ذلت و عزت کی جگے سامنے کیوں لیکے جائیں ہم حاجت عطا کرے وہ اگر عقل و حکم کو صحت</p>	<p>ہے سلطنت مجھ پر اک غماص قنح کا خیال ہمیشہ رہتا ہوں دل پر اپنے حال میں ست یہ ہر وہ چیز کہ حسین زوال کو دخل میں خواہشیں مری توڑ لی ہی سبالیسی سبب یہ ہے کہ ہمیشہ سے میرا پام طلب مجھے امید کسی سے نہیں سواے خدا اوی کا تہ و نہایت ہے وجہ ہم درجا اوی کی ذات پر دنیا میں قاضی الحاجات اویس رہے کسی چیز کی جہان میں پر</p>	
<p>زندہ دلی</p>		
<p>تو سر ہلا کے عجب تکنت سے کہتا ہے</p>	<p>جو پوچھتیے کسی صوفی سے زندگی کیا ہے</p>	

بل شکستہ ہے اک اپنی بہتی فانی
 جہان شہر و شرف ہے یہ دلولہ ہی نہیں
 عجیب منظر پر لطف و پر فضا ہے مگر
 غمی ہرین شال میں ست اور گداہرین کیل میں
 سرور بادۂ عشرت سے کوئی ہے جس
 ہے بادشاہ جہان میں کوئی گدا کوئی
 یہ سچ مثل ہے کہ دولت و علیتی ہر تہی چاہوں
 حاکم توں سے کوئی اور کوئی مقدر سے
 عرض عجیب ہے قانون ایزدی سرکار
 برکتا رہتا ہے ہر آن میں زمانہ کارنگ
 نتیجہ کائنات درست ہے عیش و بجا کا
 تباہ ہوتے ہیں آوارگی کے لاشوں ہم
 پہر ایسے رونے سے بوقت کو نتیجہ کیا
 اگرچہ کم تھا کچھ اپنی زیست کا حصہ
 کئے وہ کام کہ گویا نہ تھا زمین کچھ کام
 جو یاد کرتے ہیں وہ دن حال ہوتا ہے
 پر غور کیجئے تو احوال منطقی ہرین غلط
 غلط ہے دفعہ کفر و فکر دین ہی غلط
 غلط ہے سب وہ جو کچھ خیال کرتے ہیں

حوادث زمانہ ہیں بحر طومانی
 مکان عیش و طرب ہی پاستہ ہی نہیں
 کہلین جو خواہے آنکھیں تو ہر انداز میں
 بجا سے خود ہے ہر اک اپنے اپنے حل میں
 و فخر رنج و مصیبت سے کوئی ہے جس
 کوئی ہے صاحب ثروت تو بیوا کوئی
 نہ ٹھہرے نہ چنے واسلے کے اک بگھر پائوں
 بنا گدا سے تو گدا گدا تو گدا سے
 ہے کاروبار کا جبر پشہر کے دار و مدار
 ہیں آج خاک نشین کل تھے صاحب رنگ
 خوار بادۂ تند اور بھی ہے جانفرد مارا
 اخیر عمر میں کرتے ہیں پھر شہاب کا غم
 کہی کیو گیا وقت باقی آسکا
 پہ ہلکو ہوش میں لانیو مکلفی نہ ہوا
 وہ مشہد دوری کہ جگہ کا نہیں کوئی انعام
 خود اپنے فعلوں سے اپنا نفعال ہوتا رہا
 جو سوچتے تو یہ اوہام فلسفی ہیں غلط
 تمام دوسرے ربطا و طین سے غلط
 کہ عمر رفتہ کی خاطر مال کرتے ہیں

غلط تھادو بھی جو کہتے تھے اس زور ہو
 ہے گر چہ سچ کہ یہ دنیا خیال و خواب و دھرت
 نہ چاہیے کہ سر سے ہو دل میں پوشیدہ
 اٹھاؤ آنکھ ذرا سے کہ وہ بارالم
 فتنائے دہر کی کچھ خوش ادائیاں دیکھو
 عروس دہر ہے فخرندہ حال ویسی ہی
 اسی طرح سے لبھاتی ہے دل ادا اوسکی
 سحر کو دیتی ہے ہر روز اب بھی خلعت اور
 ہے رنگ روح فرما سچ کو چمن کا وہی
 اویس طرح سے دمن میں ہے غم شش نگاری
 ہیں بلبلوں کے وہی نغمے شاخساروں پر
 وہی پرانی خزان و بہار میں ہے لاگ
 اسی طرح کی روانی ہے آبشاروں میں
 غمضک و شاد و جل بحر کان و ارض و سما
 ہیں ذرہ ذرہ میں دلچسپیاں قیامت کی
 ہزار طرح کے سامان عیش ہیں چپ راست
 خدا جو گوشت نصیحت نہ پوشش دے تنکو
 ز چاہیے غم نامتی و فکر مستقبل
 کہ نام زمرہ دلی کا ہے زندگی ضامن

غلط ہے یہ بھی جو کہتے ہیں یاس زور ہو
 ہے گر چہ سچ کہ مجھ جہان سراسر جہنم
 وہی طال ہے نظارہ سب کرین جسکا
 گذر گیا جو زمانہ عبث ہے اسکا غم
 خدا کی عورت سے قدرت نامائیاں دیکھو
 کہ جیسی روز ازل شادمان و فرحان تھی
 ہے ساری نوع و بشر اب بھی مبتلا اوسکی
 ہے بھرتی موتیوں سے دامن شبنم پھر
 ہے ڈھنگ رات کو آنج کی آنج کی دہی
 اوی روش سے چمن میں ہوئی ہر گلکاری
 گلون کا جو رستم ہے وہی ہزاروں پر
 وہی قدیم کی گل اور خار میں ہے لاگ
 ہے نہرست آب ہی سوا ابھی مرغزار نوین
 ہے ایک رنگ پر روز ازل ہی سبکی فصلا
 نظر دلائیں تو سمجھو کی بھلاست کی
 کہ شہر دھن دل میکشہ کہ جا اینجا بست
 ہنسی خوشی سے بھر یہ دوزخ عمر کرو
 رضائے دہرست پر راضی رہو ہیشہ دل
 یہی ہے بندہ کی مقبول بندگی ضامن

غلط نامہ

صفحہ	غلط	صفحہ	غلط	صفحہ	غلط
۸	اٹکا	۴۶	اٹکا	۱۰	سلطان
۱۱	کافر	۴۷	سلطان و	۱۱	پوتنا
۱۲	روٹے روٹے	۴۸	دون تننا	۱۲	اٹھاد
۱۳	عادی	۴۹	اٹھاد	۱۳	کافر
۱۴	چمک	۵۰	کافر	۱۴	اٹھاد
۱۵	مٹھ لانا	۵۱	اٹھاد	۱۵	کافر
۱۶	آتش بید	۵۲	اٹھاد	۱۶	کافر
۱۷	گاہ ہے	۵۳	اٹھاد	۱۷	کافر
۱۸	بازگیر	۵۴	اٹھاد	۱۸	کافر
۱۹	کپڑا ہے انسان	۵۵	اٹھاد	۱۹	کافر
۲۰	مہا نون	۵۶	اٹھاد	۲۰	کافر

نوٹ: کتاب ہذا کی باضابطہ جہتی ہو چکی ہے کہ کوئی صاحب قصد طبع نفع نہیں۔

اشتہار

مندرجہ ذیل کتابیں ہمارے پاس سے ہڈریو ویلیو پی ایل یا نقد قیمت پر بیچیں پزل سکتی ہیں۔ زیادہ جلدوں کے خریدار کو معمول کمیشن دیا جائے گی۔

ارمغان فرنگ	قیمت ۱۲/-
دیوان حبیب کنٹوری	۸/-
مختصر حبیب	۱۲/-
روح محبوب مصنف حضرت حبیب کنٹوری	۲۰/-
دیوان عالم نوسوم ہمدانی عشق	۵/-
معبر تصویر عکسی	۴/-
نوٹ - ہر حالت میں محصول ڈاک ذمہ خریدار ہے۔	

المشاہدہ

سید محمد طفر کنٹوری کنڈ گوسٹہ محل حیدر آباد دکن

LYTTON LIBRARY
MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH.

اشتراک چھپائی مطبع شمسی حیدر آباد دکن

ہند کے مطبع میں ہر قسم کا کام اردو۔ فارسی۔ عربی۔ ہندی وغیرہ بہت
صحت و صفائی اور کفایت سے وقت معہودہ پر طبع ہوتا ہے۔ کتابیں نقشہ جات
سرکاری دفاتر کے کاغذات۔ کروڑ گیری یعنی میونسپلٹی کے فارم۔ رقمہ کارڈ
وغیرہ۔ سنہری۔ روپہلی۔ سرخ۔ سبز۔ زرد۔ سیاہ ہر قسم کی عمدہ سیاہی سے
پرنٹ کیا دیکر مطابع کے عمدہ اور کفایت سے طبع ہوتے ہیں۔

اگرچہ اس مطبع کو شروع ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے تو یہی ہمارے

مطبع کا کام انڈیا کے دن نامی گرامی مطابع سے جو سالہا سال سے کام کر رہی
ہیں کہیں بڑا چڑھا ہوتا ہے۔ نوٹہ کیلئے ہمارے مطبع کی مطبوعہ کتب یا مطبوعہ
قدم کافی ودانی ہیں جن صاحبوں کو ضرورت ہو شتر سے خط و کتابت

فرادین۔ المٹ

محمد ابراہیم خان اکبر آبادی ہند مطبع شمسی حیدر آباد دکن

اشتراک

ہند کے مطبع پر

صحت و صفائی اور

سرکاری دفاتر کے

وغیرہ - سنہری روپوں

پر نسبت دیگر مطابع

اگرچہ اس مطبع کو

مطبع کا کام انڈیا کے

ہرین کپڑا چڑا ہوتا

قدم کافی ودانی ہیں

فرادین - المشر

محمد ابراہیم

37641

4/22/2014

2012

— 426 —

2003

Date	No.	Date	No.
1944	1	1944	1
1944	2	1944	2
1944	3	1944	3
1944	4	1944	4
1944	5	1944	5
1944	6	1944	6
1944	7	1944	7
1944	8	1944	8
1944	9	1944	9
1944	10	1944	10
1944	11	1944	11
1944	12	1944	12
1944	13	1944	13
1944	14	1944	14
1944	15	1944	15
1944	16	1944	16
1944	17	1944	17
1944	18	1944	18
1944	19	1944	19
1944	20	1944	20
1944	21	1944	21
1944	22	1944	22
1944	23	1944	23
1944	24	1944	24
1944	25	1944	25
1944	26	1944	26
1944	27	1944	27
1944	28	1944	28
1944	29	1944	29
1944	30	1944	30
1944	31	1944	31
1944	32	1944	32
1944	33	1944	33
1944	34	1944	34
1944	35	1944	35
1944	36	1944	36
1944	37	1944	37
1944	38	1944	38
1944	39	1944	39
1944	40	1944	40
1944	41	1944	41
1944	42	1944	42
1944	43	1944	43
1944	44	1944	44
1944	45	1944	45
1944	46	1944	46
1944	47	1944	47
1944	48	1944	48
1944	49	1944	49
1944	50	1944	50
1944	51	1944	51
1944	52	1944	52
1944	53	1944	53
1944	54	1944	54
1944	55	1944	55
1944	56	1944	56
1944	57	1944	57
1944	58	1944	58
1944	59	1944	59
1944	60	1944	60
1944	61	1944	61
1944	62	1944	62
1944	63	1944	63
1944	64	1944	64
1944	65	1944	65
1944	66	1944	66
1944	67	1944	67
1944	68	1944	68
1944	69	1944	69
1944	70	1944	70
1944	71	1944	71
1944	72	1944	72
1944	73	1944	73
1944	74	1944	74
1944	75	1944	75
1944	76	1944	76
1944	77	1944	77
1944	78	1944	78
1944	79	1944	79
1944	80	1944	80
1944	81	1944	81
1944	82	1944	82
1944	83	1944	83
1944	84	1944	84
1944	85	1944	85
1944	86	1944	86
1944	87	1944	87
1944	88	1944	88
1944	89	1944	89
1944	90	1944	90
1944	91	1944	91
1944	92	1944	92
1944	93	1944	93
1944	94	1944	94
1944	95	1944	95
1944	96	1944	96
1944	97	1944	97
1944	98	1944	98
1944	99	1944	99
1944	100	1944	100



MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Rs. 1-00** per volume per day shall be charged for text-books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.